مسیح موعود کی صلحکاری دراماں کا لواء

رجسٹرڈ ایل ۶۴

منارۃ المسیح موعودؑ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

اِنَّهٗ اٰوَى الْقَرْيَةَ

وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ

آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا۔ اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اٹھاتا ہے اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے جنہوں نے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرما دیا ہے کہ مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائیں گے سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں۔ ہماری طرف سے امان اور صلحکاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا۔

الحکم

پیشگی قیمت سالانہ

عوام سے ..

خواص و معززین سے ..

ہندوستان سے باہر ..

غیر مذاہب والوں سے ..

اپنی جماعت کے غیر مستطیع لوگوں سے ..

دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی	چہ گویم باز گر آئی چہا در قادیاں بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی
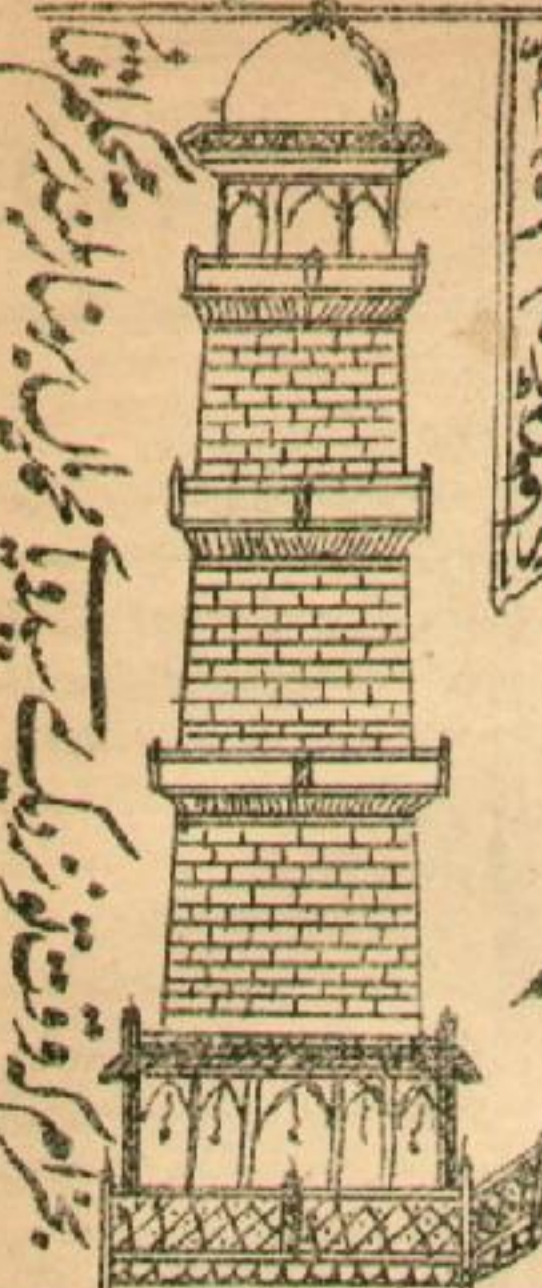
جلد ۸	دارالامان قادیان مورخہ ۲۴ جون ۱۹۰۴ء	نمبر ۲۱

کلمات طیبات امام الزمان

علیہ السلام والتحیۃ

تسبیح پھیرنے کے متعلق

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بمقام گورداسپور احاطہ کچہری میں ایک صاحب نے پوچھا کہ بعد نماز تسبیح لیکر ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر وغیرہ جو پڑھا جاتا ہے آپ اسکے متعلق کیا فرماتے ہیں۔؟

فرمایا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ حسب مراتب ہوا کرتا تھا۔ اور اسی حفظ مراتب نہ کرنے کی وجہ سے بعض لوگوں کو مشکلات پیش آئی ہیں اور انھوں نے اعتراض کر دیا ہے کہ فلاں دو احادیث میں باہم اختلاف ہے حالانکہ اختلاف نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ تعلیم بلحاظ محل و موقعہ کے ہوتی تھی مثلاً ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے پوچھا کہ نیکی کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہے کہ اس میں یہ کمزوری ہے کہ ماں باپ کی عزت نہیں کرتا آپ نے فرمایا کہ نیکی یہ ہے کہ تو ماں باپ کی عزت کر اب کوئی خوش فہم اس سے یہ نتیجہ نکال سکے کہ بس

اور تمام نیکیوں کو ترک کر دیا جاوے یہی نیکی ہے۔ ایسا ہی پھر تسبیح کے متعلق بات ہے۔ قرآن شریف میں تو لکھا ہے وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ یعنی اللہ کا بہت ذکر کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ اب یہ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا نماز کے بعد ہی ہے تو ۳۳ مرتبہ تو کثیر کے اندر نہیں آتا۔ پس یاد رکھو کہ ۳۳ مرتبہ والی بات حسب مراتب ہے۔ ورنہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو سچے ذوق اور لذت سے یاد کرتا ہے اُسے شمار سے کیا کام وہ تو بیرون از شمار یاد کرے گا۔

ایک عورت کا قصہ مشہور ہے کہ وہ کسی پر عاشق تھی۔ اس نے ایک فقیر کو دیکھا کہ وہ تسبیح ہاتھ میں لئے ہوئے پھیر رہا ہے اس عورت نے اس سے پوچھا کہ تو کیا کر رہا ہے اُسنے کہا کہ میں اپنے یار کو یاد کرتا ہوں عورت نے کہا کہ یار کو یاد کرنا اور پھر گن گن کر۔

درحقیقت یہ بات بالکل سچی ہے کہ یار کو یاد کرنا ہو تو پھر گن گن کر کیا یاد کرنا ہے۔ اور اصل بات یہی ہے کہ جب تک ذکر الٰہی کثرت سے نہ ہو وہ لذت اور ذوق جو اس ذکر میں رکھا گیا ہے حاصل نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ۳۳ مرتبہ فرمایا ہے وہ آنی اور شخصی بات ہوگی کوئی شخص ذکر نہ کرتا ہوگا تو آپ نے اُسے فرمایا کہ ۳۳ مرتبہ کر لیا کر۔ اور یہ جو تسبیح ہاتھ میں لیکر بیٹھتے ہیں یہ مسئلہ بالکل غلط ہے۔ اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے آشنا ہو تو اُسے معلوم ہو جاوے گا کہ آپ نے کبھی ایسی باتوں کا التزام نہیں کیا۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں فنا تھے۔ انسان کو تعجب آتا ہے کہ کس مقام اور درجہ پر آپ پہونچے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تھے رات کو جو میری آنکھ کھلی تو میں نے آپکو اپنے بستر پر نہ پایا مجھے خیال گذرا کہ کسی دوسری بیوی کے گھر میں ہوں گے چنانچہ میں نے سب گھروں میں دیکھا مگر آپ کو نہ پایا۔ پھر میں باہر نکلی تو قبرستان میں دیکھا کہ آپ سفید چادر کی طرح پر زمین پر پڑے ہوئے ہیں اور سجدہ میں گرے ہوئے کہہ رہے ہیں

سجد لک روحی وجنانی

اب بتاؤ کہ یہ مقام اور مرتبہ ۳۳ مرتبہ کی دانہ شماری سے پیدا ہو جاتا ہے ہرگز نہیں۔

جب انسان میں اللہ تعالیٰ کی محبت جوش زن ہوتی ہے تو اس کا دل سمندر کی طرح موجیں مارتا ہے وہ ذکر الٰہی کرنے میں بے انتہا جوش اپنے اندر پاتا ہے اور پھر گن کر ذکر کرنا تو کفر سمجھتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ عارف کے دل میں جو بات ہوتی ہے اور جو تعلق اپنے محبوب و مولا سے ہوتا ہے وہ کبھی روا رکھ سکتا ہے نہیں کہ تسبیح لیکر دانہ شماری کرے کسی نے کہا ہے

من کا منکا پھیر کرہ بہتر ہے

انسان کو چاہیئے کہ اپنے دل کو صاف کرے اور خدا سے سچا تعلق پیدا کرے۔ تب وہ کیفیت پیدا ہوگی اور وہ ان دانہ شماریوں کو ہیچ سمجھے گا۔

پھر پوچھا گیا کہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنی کیسی ہے؟

فرمایا

ہمیں اللہ تعالیٰ نے اور اسرار رکھے ہیں جو شخص نماز پڑھیگا وہ کبھی نہ کبھی حد پر تو آخر رہیگا ہی اور اسی طرح پر ذکر میں بھی ایک حد تو ہوتی ہے لیکن وہ حد وہی کیفیت اور ذوق و شوق ہوتا ہے جس کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے جب وہ پیدا ہو جاتی ہے تو وہ بس کر جاتا ہے

دوسرے یہ بات حال والی ہے قال والی نہیں جو شخص اسمیں پڑتا ہے وہی سمجھ سکتا ہے اصل غرض ذکر الٰہی سے یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو فراموش نہ کرے اور اسے اپنے سامنے دیکھتا رہے اس طریق پر وہ گناہوں سے بچا رہیگا۔ تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک تاجر نے ستر ہزار کا سودا لیا اور ستر ہزار کا دیا مگر وہ ایک دم بھی خدا سے غافل نہیں ہوا پس یاد رکھو کہ کامل بندے اللہ تعالیٰ کے وہی ہوتے ہیں جن کی نسبت فرمایا ہے لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ جب دل خدا کے ساتھ سچا تعلق اور عشق پیدا کر لیتا ہے تو وہ اس سے الگ ہوتا ہی نہیں اسکی ایک کیفیت اس طریق پر سمجھ میں آسکتی ہے کہ جیسے کسی کا بچہ بیمار ہو تو خواہ وہ کہیں جاوے کسی کام میں مصروف ہو مگر اس کا دل اور دھیان اسی بچہ میں رہیگا اسی طرح پر جو لوگ خدا کے ساتھ سچا تعلق اور محبت پیدا کرتے ہیں وہ کسی حالت میں بھی خدا کو فراموش نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفی کہتے ہیں کہ عام لوگوں کے رونے سے عارف کا ہنسنا بہتر ہے۔ یعنی عارف کے ہنسنے میں بھی وہی ہنسی تجارتی ہوتی ہے جو ایک تاجر کی ہوتی ہے۔ [illegible] بیچارگی اور محبت کی نظر سے نہیں بلکہ [illegible] سلوک کی جو کچھ حالت ہے وہ الوصیت میں نہایت صراحت سے بیان کر دیا ہے

ردّ تناسخ

(بقیہ مضمون صفحہ ۸ الحکم نمبر ۱۹، ۲۰)

بارآور درخت اور بوڑھے انسان اور نوعمر درخت اور نوعمر انسان کی ایک ہی حالت ہوتی ہے جس طرح بڈھے آدمی بیٹھے بیٹھے سو لیتے ہیں خاندان آبرو کی پروا نہیں کرتے ویسے ہی بوڑھے درخت بھی بے تبدیل ہو کر شاخ جبکہ سے بغیر سو جاتے ہیں اور نوعمر درخت سوتے وقت نہایت ملائم اور مائل کے کم عمر سے جھک کر بند ہو جاتے ہیں گویا بچہ بباعث نیند کے مستری ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ حیوانات میں خاصہ ہو کر کوئی تین برس سال کوئی بیس دن کا کوئی بارہ یا چودہ برس سے زیادہ عمر کا ہو کر توالد و تناسل میں پڑتا ہے ویسے ہی نباتات کی حالت ہے کہ بعض درخت دوسرے برس بعض دوسرے برس بعض بارہ سال کے ہو کر بارور ہوتے ہیں۔ صغر سنی میں پھول پھل مطلق نہیں لاتے اور جیسا کہ زینت و آرائش اور ہیئت حیوانات میں پائی جاتی ہے ویسے ہی نباتات میں بھی نظر آتی ہے سانپ رنگین انسان وغیرہ جس طرح حیوانات کو مختلف رنگ کا جلد اور لباس بال و پر بدلتے ہیں ایسے ہی ہر موسم پر درخت بھی اپنا لباس بدلتے اور نئی پوشاک پہنتے ہیں غیرت کو متعلق تو حیوانات پر نباتات کو ترقیت ہے جیسا کہ ایک نباتی تخم اکاریال بیس ہزار روپے کو فروخت ہوا جاتا ہے بخشش بالفرض کوئی علم کر کے اس پر دوسری جنس کا پیوند چڑھا دے تو قطع نسل کا باعث ہوگا نہ ترقی کا۔ آفرین بر غیرت ہو تو ایسی ہو لیکن یہ غیرت کہ جسے کہیں گو میں بھی کم موجود ہے کہ شرارت نفس کے باعث اگر اسے غیر جنس سے جفت ہونگا تو آنکھ سے قطع نسل ہو گئی جس طرح پیوندی پھل ہے! رہو درخت نہیں اگتا ویسے ہی تخم کے فرزند نہ ہوگا۔

ان آنکھ الوئی پر افسوس کہ باوجود علم و عقل سے بہرور ہو کر حیات نباتی و حیوانی سے بھی تعلیم حاصل نہیں کرتے اور ترقی نسل کیلئے آنکھ جگہ پر غیر تخم بلوا لیتے ہیں ہمت ریا خیال کرتے ہیں اور مسدود و طریق کو ترقی کا باعث سمجھتے ہیں حیوانات کی عمر بھی حد حساب سے باہر ہے اور نباتات کی بھی کوئی کچا کوئی پکا کوئی ہزاروں برس کا ہو کر مرتا ہے صد ہا تخم جل جاتے ہیں۔ اگ گئے بھی نہیں۔

قصبہ اٹار ضلع بلند شہر میں کھرنی کے درخت کیرواں پانڈوں کے وقت کے لگے ہوئے بیان کرتے ہیں جنکو آج تک تخمینًا پانچ ہزار سال کا عرصہ ہوا اور اس مضبوطی کے ساتھ قائم ہیں کہ ابھی تک گرنیکا ارادہ نہیں برابر بارور ہوتے اور خلقت کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ انسان کو بھی ان سے فیض رسانی کا سبق حاصل کرنا چاہئے کہ عمر و فیض کی زیادتی نفع خلائق پر مبنی ہے ورنہ کس طرح ہزاروں برس جیا اور نوح کمسوٹ کو ساتھ ہی ترک کیا ہے

بگو گفت لقمان کہ نازیستن
بہ از سال ہا بر خطا زیستن

نباتی طاقت حیوانی طاقت سے بڑھی ہوئی معلوم ہوتی ہے چنانچہ بعض درخت حیوان خور ہوتے ہیں اور اپنی طاقت کے زور سے حیوان کو زمین سے اٹھا کر شاخوں میں چھپا لیتے اور اس کا خون پی جاتے ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ ایک انگریز بہادر کسی مقام پر شکار کیلئے گئے تھے اور ان کو ساتھ کتا بھی تھا اتفاقًا کتے کے بلانے کی آواز آئی آپ نے سر اٹھا کر دیکھا کہ اپنا کتا اس درخت کی شاخوں کی طرف خود بخود اڑا چلا جاتا ہے اور ایسا ہوا کہ وہ شاخوں میں جا کر اٹک گیا اور آپ دور کھڑے تماشا دیکھا کئے جب ماجرا دریافت کرنیکو درخت کے قریب ہو پہنچے تو درخت کی کشش نے ان کو بھی کھینچنا شروع کیا اور وہ فورًا وہاں سے ہٹ کر علیحدہ ہوئے اور جان بچے کہ یہ خونی درخت ہے کشش کے ذریعہ حیوانات کو اپنی طرف کھینچ لیتا اور خون پی جاتا ہے دریا اور شہر میں مہیا کہ بدن انسان و حیوان میں کام کرتی ہیں ویسے ہی درخت کے اندر ایک قسم کے ریشے ہیں جو غذا کو برابر تقسیم کرتے رہتے ہیں انسان ہاتھ کے موجب منہ کی راہ اور زور سے معدہ میں پہنچاتا ہے نباتات میں ہاتھ کے قائم مقام ریشے میں کشش موجود ہو کہ ہر طرف سے اپنی غذا کھینچ کر موضع بموضع تقسیم کر دیتی ہے۔ آفرین کھجور اور تاڑ کی اس حرکت پر جو اون کی جڑوں میں رہتی اور غذا کو زمین سے تلاش کر کے ۶۰ اور ۱۰۰ فٹ تک پھینکتی اور درخت کی چوٹی پر پہنچاتی ہے۔

نباتات میں ایک طاقت دوسری قسم کی بھی ہے جو اسکو زمین کی کشش اور ہوائی و حشرات سے محفوظ رکھتی ہے جس طرح انسان اپنے زخم رسیدہ حصہ بدن اور کپڑے وغیرہ کو آپ سنبھالے رہتا ہے اسی وقت کے زور سے درخت بھی چوٹ خوردہ ہو کر سر بریدہ ہو کر تا دم آخر اگھنے اور سنبھلنے کی کوشش دائم کرتا اور بار و برگ کو سنبھالے رہتا ہے۔

جیسا کہ انسان اپنے دشمنوں سے بچتا ہوا گزر جاتا ہے ویسے ہی چھوٹا درخت زبردست درخت سے بچکر فضا میں سر نکالتا ہو اور یہی درختوں کی تیزی پائی جاتی کچھ ہے۔

وَمَن نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ أَفَلَا يَعْقِلُونَ۔ آہ جیسا انسان بہت بوڑھا ہو کر ہوش و حواس کھوتا دیکھتا اور ذائقہ شامہ حافظہ وغیرہ عمر بھر کا ذخیرہ جو دنیا سے حاصل کیا تھا دنیا میں ہی اپنی ذات کو الگ کر دیتا اور بہرہ گونگا اندھا اور لنگڑا لولا ہو کر پیک اجل کا منتظر رہتا ہے کہ کب آئے اور کب چلوں اور شہر و شباب میں حرص و ہوا کا لدا ہوا اندھا بن جاتا ہے نیک و بد کچھ نہیں دیکھتا یہی پرانے درختوں کا حال ہے کہ پھول اور پتے اور کونپلیں اور سبزی جو ان کو باغ دنیا میں موصول ہوئی تھی جس کے بہرہ سے وہ مستانہ جھومتے اور آسمان بلند کی جوبون سے سر گراتے تھے وہی سہولت میں اگر جست ہو جاتی ہے نہ پھول نہ پھل نہ پتے رفتہ رفتہ سوکھا ایندھن بن کے کنارے لگا کھڑا رہتا ہے۔ آخر جیسا بندہ اور اریہ جیتا جی سوختہ ہو جاتے ہیں ویسے ہی یہ بھی سوختہ بن جاتا ہے۔

فی الحال اہل التناسخ کی یہ تمام تقلیبات کہ نباتات میں خیال میں ان کا کوئی مخالف نہیں۔ کیا یہ اپنی ذات کی آپ ہی پر مشہور ہیں اگر کوئی مخلوق ہے اور حکمت ہیں کو تصرف تو یہ سب کچھ ان میں ظہور پذیر ہوتا ہے تو بتاؤ روح حیوانی ان میں منتقل ہو کر آئی ہے یا نہیں اگر آتی ہے تو پنڈت دیانند کا وہ دعویٰ باطل ہوا کہ جو انہوں نے اپنے چیلوں کو سکھایا ہے کہ روح حیوانی نباتی قالب میں نہیں آتی اور سوکی بیل ساگ پات بھی گوشت کے حکم میں داخل ہونگے کہ جو اس کا حکم ہے وہی اس کا ہوا کیونکہ اس سے حیوانات اور نباتات ہر دو روح حیوانی کا جولا نگاہ قرار پائیں اگر گوشت کھانا جائز ہے تو نباتات کا کھانا بھی جائز ہے اگر جائز نہیں تو اس کا کھانا بھی جائز نہیں۔ اگر نباتات میں روح حیوانی منتقل ہو کر نہیں آتی بلکہ نباتات میں ہی قادر مطلق نے کوئی ایسی طاقت رکھدی ہے جس کا یہ سب تماشا ہے اور درختوں کی چھوٹائی بڑائی وغیرہ خداتعالیٰ نے اپنی قدرت سے کی ہے کسی درخت کی کوئی بانس پر دو فرع میں نہیں آئی تو حیوانات میں بھی اسی ذات واحد نے اپنا تصرف جاری رکھا ہے اور علم و حکمت کے مقتضا کے موافق چھوٹا بڑا لنگڑا اندھا لولا لنگا وغیرہ بنایا ہے کسی کے دخل سے نہیں اور لاریب اسی کی حکمت کا مقتضا پورا ہوا اور ہوتا ہے اس کارخانہ میں غیر کا تصرف مطلق نہیں۔

اہل تناسخ کے دعاوی باطل اور دلائل لاطائل ہیں قابل توجہ اہل کلام نہیں (ایڈیٹر)

(النذیر)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی تاثیر

جب نبی عربی امی فداہ ابی و امی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے ملک میں دعوت حق اور تبلیغ احکام الٰہی شروع کی تو آپ کے انفاس طیبہ اور برکات روحانیہ کی تاثیرات سے آپ کو اللہ تعالیٰ نے راستباز اور وفادار تابعداروں کی ایک جماعت عنایت فرمائی جو صحابہ کے پاک لقب سے مشرف ہیں وہ ایسے لوگ تھے کہ جنہوں نے آنحضرت صلعم کا ایسی طرح طرح کی تکالیف اور مصوبات کے زمانہ میں جو سخت ابتلا اور مصیبت کا وقت تھا۔ جان و مال اور اوقات سے ساتھ دیا۔ یہ وہ وقت تھا کہ آنحضرت صلعم کو تبلیغ احکام الٰہی کے لئے ایک جہان کا مقابلہ پیش آیا ہوا تھا۔ اور تمام فراعنہ عرب سخت شورش اٹھا رہے تھے اور ہر طرف ذلت کے منصوبے باندھے جاتے تھے اور ہر جا سے آپ کے اس مقصد کے لئے ہزارہا روکیں پیش آتی تھیں۔ اور ہر کوشش اشاعت توحید کے لئے سد راہ بنا ہوا تھا۔ اور حضور کی تنہائی اور بیکسی ہر ایک ستمگر کی شوخی کا باعث تھی اور آپ لوگوں کے گھروں میں جا جا کر کلام الٰہی سناتے اور ہر وہاں سے دھکیلے جاتے تھے اور کوئی آپ کو اپنے پاس ہی کھڑا نہ ہونے دیتا تھا اور آپ منزل بمنزل اور قریہ بقریہ پکارتے پھرتے تھے کہ من یؤوینی ومن ینصرنی حتی ابلغ رسالۃ ربی۔ یعنی کوئی ہے کہ مجھے جگہ دے اور میری مدد کرے تاکہ میں خداتعالیٰ کے احکام کی تبلیغ کروں اور وہ جنت کا وارث ہے۔ اس نازک وقت میں صحابہ نے اپنی عزت اور ناموس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سے قربان کیا یا تنگ کر کاٹ ڈالے گئے اور گھروں سے نکالے گئے اور جلا وطن کئے گئے اور بظاہر آنحضرت صلعم کی ناکامیابی اور کمزوری حتے کہ حیرت دیکھکر بھی متزلزل الایمان نہ ہوئے۔ بلکہ حضور کی تمام آئندہ کامیابیوں اور اسلام کی ترقیات کی پیشگوئیوں پر پورا ایمان رکھتے رہے اور جسمانی اور روحانی ترقیات کے اعلیٰ مدارج پر فائز ہوتے رہے۔

اور رسالہ دہلی میں علمائے ہندوستان ملیہ کے کتب خانے دریا برد کر دئے گئے۔ تھیوفیل نے جب شاہی فرمان کے ذریعے سے مصر و اسکندریہ کی عام علمی تصنیفات ضائع کی ہیں اور اس کے بیس برس بعد ...... ورسیوس مورخ نے ان برباد شدہ علمی آثار کی حسرتناک تصویر کھینچی ہے لیکن یہاں ہندوستان میں پچاس برس کو زیادہ زمانہ گذرا مولوی فضل حق صاحب خیرآبادی کے سوا کسی نے اس چشم دید حادثے پر چار آنسو بھی نہ بہائے۔ اس لئے کہ رنج ہی نہیں بلکہ ایسے کہ

تاب لائے ہی بنے گی غالب
واقعہ سخت ہے اور جان عزیز

تھیوفیل کے بعد سیرل کا زمانہ آیا۔ یہ اس کا بھانجا تھا اور بڑا مشہور ...... مقرر اور لکچرار۔ اسکندریہ میں ان دنوں ایک خاتون کا سائنس و فلسفہ میں بڑا شہرہ تھا۔ علوم ریاضی میں بڑے بڑے اہل علم اس کو یکتائے زمانہ تسلیم کئے ہوئے تھے۔ اس کے حلقۂ درس میں علم مابعد الطبیعۃ خصوصاً الٰہیات میں مباحث میں اکثر بحث ہوتی تھی کہ ہم کون ہیں۔ ہم کو کہاں جانا ہوگا اور ہمیں کس بات کا علم ممکن ہے۔ مقدس پادری سیرل کو اس کی برداشت نہ ہوئی اور گو خاتون (جس کا نام ہیپاشی تھا) مسیحہ نہ تھی۔ بلکہ قدیم مصریوں کے مذہب پر تھی مگر فقط اس جرم پر کہ صاحب علم تھی درس گاہ میں جاتی ہوئے اس کو گرفتار کر کے کپڑے اتار دیئے اور اسی طرح برہنہ تن کلیسا میں لائے۔ وہاں کسی معمولی قصاب نہیں مذہبی پیشواؤں نے مذہب کے حرف قتل پر بس نہیں کرتے۔ نہیں قتل کے بعد جسم کو پارہ پارہ کر کے گوشت ہڈیوں سے الگ کر دیا گیا اور بقیہ کے واسطے بہتر سمجھا گیا کہ آگ کی نذر کر دیا جائے۔ مورخ لکھتا ہے کہ ہاں یہ ضرور ہے گورنمنٹ نے اس واقعہ کی تحقیقات کی اور سیرل سے کسی قسم کی باز پرس ہوئی۔ غالباً یہ پہلا وقت تھا جب گورنمنٹ نے یہ قاعدہ مقرر کیا ہے۔ کرد۔ چونکہ غرض آمد بر سر پوشیدہ شد۔ عیسائیت کا کونسا عقیدہ ہے جس میں ذرا فرق میں نزاع نہ ہوئی ہو اور اختلاف کا فیصلہ خونریزی سے نہ کیا ہو۔ تاریخ بتلا رہی ہے کہ سرزمین مصر لہو سے رنگی ہوئی ہے حضرت مریم کی عبادت میں اختلاف ہے انہیں خدا کی ماں فرض کرنے میں دو گروہ لڑ رہے ہیں۔ تلواریں چل رہی ہیں اور عیسائیوں کے پاک خون سے سطح خاک لالہ زار بنی ہوئی ہے۔ مذہب کے قانون میں یہ بات داخل تھی کہ

مسیح کا جو پیرو نہیں وہ ہلاک ہوگا اور ہلاک ہونے والا زندگی کا مستحق نہیں (۱) اعمال الرسل کے پانچویں اصحاح میں دیکھو۔ حنانیا نامے ایک شخص نے اپنی املاک بیچ کر کچھ قیمت خود چھپا کر رکھ لی اور بقیہ رسولان مسیح کے پاس لایا۔ پطرس حواری کو حقیقت حال پر اطلاع ہو چکی تھی۔ بڑی ملامت و سرزنش کی اور بطور معجزہ اسکی جان لے لی۔ سفیرہ (حنانیا کی بیوی) کو اصل معاملہ سے تو واقفیت تھی مگر بعد کی سرگذشت کا اسکو علم نہ تھا۔ تین گھنٹے کے بعد وہ بھی حاضر خدمت ہوئی۔ پطرس نے بات کے چھپا رکھنے کے جرم پر اس کی بھی ایسی خبر لی کہ بیچاری کی جان پر آبنی (۱ اعمال الرسل۔ اصحاح پنجم از آیت ۱ تا ۱۱۔ صفحہ ۱۵۱)

انسان کو مال و متاع میں کچھ خود اپنے واسطے اٹھا رکھنے اور مذہبی پیشواؤں کو سب نہ دینے کی سزا اگر سزائے موت ہو پھر اس بدنصیب کی زندگی پر کیوں نہ موت کو ترجیح دیجائے جو اعتقاداً معتقد ایمان ملت کا ہمصفیر نہ ہو۔ کیتھولک اعتقادات کے مخالفین کی بابت پوپ انوسان سوم فرماتے ہیں (۲) منکرین کی اولاد کیواسطے حیات کے علاوہ کسی چیز کا بھی باقی چھوڑنا جائز نہیں۔ ان کو زندہ رہنے دینا بھی عنایت و احسان ہے (۳) یعنی منکرین کا جرم انہیں تک نہیں رہتا بلکہ مرض متعدی کی طرح اس کا بگاڑ اولاد میں بھی سرایت کرتا ہے۔

لا تزر وازرۃ وزر اخری۔ ایک کی خطا پر دوسرے کو سزا دینا روا نہیں۔ اسلام کو عیسائیت کا کس بات میں مقابلہ کیا جائے۔ وہاں باپ دادا کے افعال پر پکڑے جاتے ہیں یہاں خود اپنے گناہ پر بھی استغفار سے نجات مل جاتی ہے۔

فرق است از آب خضر کہ ظلمات جائے اوست
تا آب ما کہ منبعش اللہ اکبر است

علم و ہنر کے ساتھ عیسائیت کی گاؤزوری

قسطنطین یا اس کے بعد جب عیسائیوں کو زور ہوا بے نام کو بھی علم و فلسفہ کا نشان عیسائیت کی تاریخ میں نہیں ملتا۔ ان مذہبی نزاع و مجادلات میں البتہ نکلا ہے کہ علم کا اشتہا ہوا جو جوش کبھی تو سلطنت کی قوت سے کبھی مذہبی انجمنوں کے رعب و داب سے اور کبھی خونریزی سے دبا دیا گیا ہے۔ مذہب کی تائید میں ہمیشہ علم سے دشمنی رہی۔ جب اس کا شعلہ بلند ہوا تعصب کے طوفان سے فرو کر دیا گیا۔

میرا مقصد و بحث حاوی نہیں ورنہ میاں علم کو اس بحث میں یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ اسلام کی اشاعت تلوار سے ہوئی ہے یا عیسائیت کی؟ پادریوں کی باہم لڑائیاں اور اختلاف عقائد کے مجادلات ایک طرف عیسائیت کی تائید میں غیر مذہب والوں پر جو وحشیانہ مظالم ہوئے ہیں یا خود سلاطین یورپ میں رؤسائے مذہب کی طرف سے جو بے گناہ خونریزیاں ہوئی ہیں وہ جائے عنوان بیان سے خارج ہی لیکن نامہ نگاروں کی وسعت نظر سے خارج نہیں ہیں۔

اسپین میں اسلامی سلطنت قائم ہونے کے بعد یورپ پر علم کا پرتو پڑا اور علم و مذہب کا مقابلہ اس وقت شروع ہوا جب اندلس کے مدرسوں میں فرنگیوں نے تعلیم پاکر عیسائیت کی تاریک دنیا میں علمی روشنی ڈالنی چاہی۔ یا حروب صلیبیہ میں یورپین مجاہدوں نے مسلمانوں کے خیالات سے متاثر ہو کر عیسائی دنیا میں ایک نیا تغیر برپا کیا۔

کروسیڈ وار سے ہزاروں صلیبی مجاہدین واپس آئے اور مسلمانوں کی طرف سے ایسے اچھے خیالات مشتہر کئے جو کلیسائی تعلیم کے خلاف تھے۔ پادریوں نے مشہور کر رکھا تھا کہ مسلمان بت پرستوں کی ایک جماعت کا نام ہے جو بیت المقدس (اورشلیم) پر متغلب ہو کر توحید اور دین حق کی ہتک کر رہے ہیں اور اس پاک سرزمین کو ہر طرح کی خوبیوں اور فضیلتوں سے خالی کر رکھا ہے۔ وہ وحشی درندے اور جانور ہیں۔ وغیرہ وغیرہ صلیبی مجاہدوں نے ارض فلسطین سے واپس آکر ظاہر کر دیا کہ حسد سے آنکھوں پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ مسلمان نہایت پاکیزہ خیال، اولو العزم، ذی مروت، رحم دل، نیک، وفادار اور صاحب فضیلت ہیں۔

امریکن فلاسفر اورورڈ فارنک صاحب فرماتے ہیں کہ خلیفہ حکم ثانی نے اسپین کو ایک بہشت بنا رکھا تھا۔ یہودی اور عیسائی امن و امان و آزادی کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ پطرس صاحب لکھتے ہیں کہ اندلس میں اکثر علماء یورپ کے دور دراز شہروں سے علم ہیئات کی تحصیل حاصل کرنے آتے تھے حتیٰ کہ انگلستان کے طالب علموں کی جماعت بھی اندلس میں نظر آتی تھی۔ یہ تمام طلبہ وہاں بآرام و آسائش ٹھہرائے جاتے تھے اور ہر طرح ان کی خبر گیری کیجاتی تھی۔ ایوان خلافت معلوم ہوتا تھا کہ ایک جلیل القدر کتب خانہ یا دار الصنائع ہے جس میں کتابوں کی نقل زرکاری جلد سازی اور ہر قسم کی صنعتوں کی فراوانی دیکھ کر خدا کی قدرت یاد آتی تھی۔ کاغذ سازی کا طریقہ جس کو اہل عرب نے ایجاد کیا تھا۔ اندلس سے یورپ میں بھی رائج ہوا اور پھر چھاپے اور آلات طبع کے اکتشاف سے خیالات کی اشاعت آسان ہو گئی۔ ہسپانیہ اور وینس کی درسگاہوں سے اور مسلمانوں کے ساتھ میل جول اور خیالات سے عیسائیوں میں بہت کچھ تغیر ہو چلا تھا اب کاغذ اور پریس کی وجہ سے باقی دقت بھی نہ رہی اور ہر شخص کو اپنے مافی الضمیر کا شائع کرنا آسان ہو گیا۔

علامہ ابن رشد[۱] کی تصنیفات کا جب چرچا ہوا تو یورپ نے اسکو قبول عام کی سند دی۔ عقائد کی تحسین و تکمیل کا انحصار انہیں کتابوں پر تھا۔ بہت تھوڑے دنوں میں نہ صرف قرطبہ و اشبیلیہ بلکہ یورپ کی تمام مہذب دنیا میں بھی کتابیں نصاب درس میں داخل ہو گئیں۔ کلیسا نے اب جا کر مخالفت شروع کی اور مذہبی پیشواؤں نے عام فرمان جاری کیا کہ کتب یہ مفسد ہیں اور ان کی تعلیم کے خلاف جو شخص قولاً یا فعلاً کسی امر کا مرتکب ہو۔ وہ کشتنی سوختنی اور ...... گردن زدنی ہو۔

دی رونس نے فقط یہ رائے ظاہر کی تھی کہ قوس قزح جنگی کمان نہیں ہے کہ خدا کے ہاتھ میں ہو کہ بندوں سے انتقام لے۔ بلکہ وہ پانی کے قطروں میں شعاع آفتاب کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ صرف اتنی بات پر گرفتار کر کے روما دار السلطنت اٹلی بھیجا گیا اور وہاں حبس دوام کی سزا ملی۔ مرنے کے بعد اس کی لاش اور کتابیں عدالت کے حکم سے جلا دی گئیں۔ اور تجویز میں وجہ یہ لکھی گئی کہ اس کی خواہش تھی کہ روما اور انگلستان کے کلیسائیوں میں مصالحت ہو جائے۔ اس مصالحت کی خواہش سے بڑھ کر کیا گناہ ہوگا؟ پانی کے وزن پر آفتاب کی شعاعوں کی عکس ہونے کا قائل ہونا بھی گناہ کبیرہ ہو مگر مصالحت کا مفروضہ وہ اکبر الکبائر ہے جو معاف ہو سکتے ہی نہیں۔

---

(۱) ابن رشد کا نام محمد بن احمد بن رشد تھا۔ ابو الولید کنیت تھی قرطبہ دار السلطنت اسپین میں ۵۲۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ان کا خاندان ہمیشہ سے علم و فضل اور فقاہت کا خاندان تھا۔ دادا اور باپ اندلس کے قاضی تھے۔ مورخین کی رائے ہے کہ اندلس عرب میں ایسا دانشمند کوئی پیدا نہیں ہوا۔ مقصد یا ارسطو کے خیالات کی جس خوبی سے تنقیح کی ہے وہ کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔ علوم حکمیہ کی ابتدائی تحصیل ابن العربی وغیرہ سے کی تھی لیکن اصلی اوستاد ان کی طبیعت خداداد تھی۔ درس و تدریس اور کتب بینی کے علاوہ کوئی مشغلہ نہ تھا۔ ابن الابار علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بجز شب زفاف یا جس روز کہ ان کے والد کا انتقال ہوا اس کے سوا اور کبھی تصنیف و تالیف سے ناغہ نہیں ہوا۔ اگرچہ ابن رشد یہودی یا عیسائی نہ تھے اہل یورپ ان کو صاحب فن تسلیم کرتے ہیں اور ان کی وسیع تحقیقات کو رنگ کمال ہیں۔ شام کو فرانس کے پادری سلیم خوری نے کتاب الآثار میں ان کی طرف سے لکھی ہے اور نہایت شرح و بسط کے ساتھ فضائل و مناقب بیان کئے ہیں۔ حال میں مسٹر ... صاحب رسالہ الجامعہ (جو اسکندریہ کا مشہور عربی رسالہ ہے) ان کے حالات میں فلسفہ ابن رشد کی ایک خاص کتاب تصنیف کی ہے۔ فلسفی اور علمی تالیفات کے علاوہ ابن رشد کی مذہبی کتابیں بھی قابل دید ہیں۔

مثلاً کتاب التحصیل (اختلاف صحابہ و تابعین میں)۔ نہایۃ المجتہد فقہ میں۔ کتاب الاقتصاد علم کلام میں۔ وغیرہ وغیرہ۔ آخر الذکر تہافۃ الفلاسفہ امام غزالی کی تردید میں ہے۔ اس کے آخر میں لکھا ہے [illegible] شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اسی کا جواب لکھا ہے۔ (البیان)

حضرت حکیم الامۃ کا دوسرا وعظ جلسۃ الوداع کی تقریب پر

گذشتہ اشاعت سے آگے

بامراد اور کامیاب ہونے کی اصل تو بیان ہو چکی۔ محرومی کی اصل جڑ بتائی۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْہِمْ ءَاَنْذَرْتَہُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْہُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ جن لوگوں نے خلاف ورزی کی اور تیرے انذار اور عدم انذار کو برابر سمجھ لیا وہ مومن نہیں ہوں گے۔

یہ کیسی سچی بات ہے کہ جب انسان کسی شے کے وجود اور عدم وجود کو برابر سمجھ لیتا ہے وہ اس کے حصول کے لیے کوئی سعی نہیں کر سکتا آخر محروم رہ جاتا ہے۔

یہی حال ان لوگوں کا ہوا۔ جنھوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا اور اس انکار کی وجہ یہ ہوئی کہ انھوں نے آپ کے انذار اور عدم انذار کو مساوی سمجھا نتیجہ اسکا ایمان سے محرومی ہوئی۔ اور انجام کار وہ ان تمام کامیابیوں اور فتوحات سے جو اہل ایمان لوگوں کے حصہ میں آئیں بالکل بے نصیب اور محروم رہے۔

یہ **کتاب مجید** جو ہمیں دی گئی ہے ساری خوبیوں اور کمالات سے بھری ہوئی ہے لیکن جو شخص اس کتاب کے وجود اور عدم وجود ہی کو برابر سمجھے وہ اُن انعامات اور برکات سے جو اس کتاب کے پڑھنے اور پھر عمل کرنے سے ملتے ہیں کیونکر بہرہ ور ہو سکتا ہے؟ وہ یقیناً یقیناً محروم رہیگا اور اسے ایمان نصیب نہیں ہوگا لیکن اگر سلیم الفطرۃ انسان اپنے قویٰ سے کام لے اور اسکو یونہی نہ چھوڑ دے تو اللہ تعالےٰ اسکو محروم نہیں چھوڑے گا۔ اس کا نام **شکور** ہے وہ اسکی ضرور قدر کرے گا اور اسپر اپنی نعمت کے دروازے بیشک کھول دے گا اسے فہم قرآن عطا کرے گا اور ایک ذوق کے ساتھ توفیق عمل نصیب ہوگی۔

اس بات کو میں بار بار بیان کروں گا اور تم بھی خوب یاد رکھو کہ بامراد اور کامیاب ہونے کی کلید یہی ہے کہ اسکتاب کو اپنا دستور العمل بنا لو۔ اگر اس کتاب کو کوئی چھوڑتا ہے اور اس کے عدم و وجود کو برابر سمجھتا ہے تو وہ اپنے ہاتھ سے اسباب محرومی طیار کرتا ہے۔ اس فعل پر خدا تعالیٰ سے اُسے اولاً یہ سزا ملتی ہے کہ غور کرنے والا دل چھین لیا جاتا ہے وہ حقائق اور معارف کو سوچ نہیں سکتا۔ اور اسی طرح پھر دیکھنے اور سننے کے قویٰ بھی بیکار ہو جاتے ہیں وہ حق کا شنوا اور حق کا بینا نہیں رہتا۔

پس متقی بننے کی راہ تو یہ ہے کہ مومن بالغیب ہو۔ اعمال صالحہ پر چست اور چالاک ہو تمام صداقتوں پر کاربند ہو جزا و سزا پر ایمان لانے والا ہو کسی صداقت کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھے اور دل سے کام لے تاکہ عذاب سے محفوظ رہے۔

بہت سے دل اس قسم کے بھی ہوتے ہیں کہ اپنے فخر کے جوش یا بعض خارجی اثروں کی وجہ سے اپنے آپ کو مومن ظاہر کرتے ہیں لیکن جناب الٰہی کے حضور سے فتوےٰ ملتا ہے کہ مومن نہیں ہیں۔ اگر غور کیا جاوے تو اس اصل سے بہت سے جھگڑے طے ہو جاتے ہیں۔ میں اپنا نام نور الدین کہلاتا ہوں کوئی شمس الدین جمال الدین کمال الدین کہلاتا ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کیا آسمان پر بھی یہی نام ہے؟ اگر آسمان پر نہیں تو کچھ فائدہ اور حاصل نہیں۔

اسی طرح پر مومن وہی ہے جو آسمان پر مومن ہو اور کافر وہی ہے جس کا نام آسمان پر کافر ہو۔ دنیا کی نظر میں مومن یا کافر ہونا کوئی اثر اصل بات پر نہیں ڈال سکتا۔

غرض

بعض لوگوں کا خدا تعالیٰ نے یہاں ذکر کیا ہے کہ وہ بکتے ہیں ہم مومن ہیں لیکن خدا تعالیٰ کا فتوےٰ ان کے متعلق یہی ہے کہ وہ مومن نہیں ہیں اگر ہمارے مخالف اس بات کو بھی سمجھ لیتے کہ ہمارے تجویز کردہ نام کوئی حقیقت اپنے اندر نہیں رکھتے بلکہ حقیقت ان اسماء کے اندر ہے جو خدا تعالیٰ کا مقبول اور پسندیدہ ہے۔ تو انھیں حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوےٰ کے سمجھنے میں کیا دقت اور مشکل پیش آتی تھی؟ وہ اللہ تعالےٰ کی ہستی پر ایمان لاتے اور اللہ تعالےٰ کے پاک نام کا ادب ان کے دل میں ہوتا تو وہ ایک شخص کے منہ سے یہ سنکر کہ **خدا نے میرا نام ابن مریم رکھا ہے** قدرے جوش غضب سے نہ بھر جاتے۔ وہ سمجھ لیتے کہ جب ہم اپنے بچوں کے نام یوسف موسیٰ محمد صلے اللہ علیہ وسلم رکھ لیتے ہیں تو کیا اللہ کو اختیار نہیں ہے کہ وہ کسی کا نام ابن مریم رکھ دے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ ان باتوں سے محض بے خبر ہیں اور انھوں نے قرآن شریف میں کبھی غور نہیں کی۔ پس ایسے لوگ جنکی نسبت خدا تعالےٰ کا فتوےٰ ہے کہ وہ مومن نہیں ہیں انھوں نے کیا کیا ہے؟ [illegible] کو چھوڑ دیا ہے اور اس جماعت کو چھوڑ دیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومنین کی جماعت ہے۔ ان لوگوں میں نہ تاب مقابلہ ہے نہ قوت فیصلہ ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کا فیصلہ اور مقابلہ ابھی نہیں کر سکتے جبکہ ابتدا ہے جب اور ترقی ہوگی تو کب کر سکیں گے ان کا یہ مرض تو بڑھتا ہی نظر آتا ہے اس جھوٹ کا بدلا عذاب الیم ہے۔

اب یہ بات بڑی غور طلب ہے کہ ایک شخص بظاہر اچھے لباس میں لوگوں کے سامنے آتا ہے نمازی بھی نظر آتا ہے لیکن کیا اسے اتنی ہی بات پر مطمئن ہو جانا چاہیے ہرگز نہیں؟ اگر یہی انسان کفایت کرتا ہے اور اپنی ساری ترقی کا مدار اسی پر ٹھیراتا ہے تو وہ غلطی کرتا ہے جب تک اللہ تعالےٰ کیطرف سے اسے یہ سرٹیفکٹ نہ مل جاوے کہ وہ **مومن** ہے وہ مطمئن نہ ہو سعی کرتا رہے اور نمازوں اور دعاؤں میں لگا رہے تاکہ کوئی ایسی ٹھوکر نہ لگے جو ہلاک کر دے۔ عام طور پر تو یہ فتویٰ اسی وقت ملیگا جبکہ سعادت مند جنت میں داخل ہوں گے اور شقی دوزخ میں۔ لیکن خدا تعالےٰ یہاں بھی التباس نہیں رکھتا اسی دنیا میں بھی یہ امر فیصل ہو جاتا ہے اور **مومن** اور **کافر** میں ایک بین امتیاز رکھ دیتا ہے جس سے صاف صاف شناخت ہو سکتی ہے ہر ایک شخص ان آثار اور ثمرات کو جو ایمان اور اعمال صالحہ کے ہیں اسی دنیا میں بھی پا سکتا ہے اگر سچا مومن ہو۔ بلکہ اگر کوئی شخص اس دنیا میں کوئی اثر اور نتیجہ نہیں پاتا ہے تو اسے استغفار کرنی چاہیے اندیشہ ہے کہ وہ آخرۃ میں اندھا اٹھایا جاوے۔

مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى

حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارہا اس سوال کو چھیڑا ہے اور اپنی تقریروں میں بیان کیا ہے کہ بہشتی زندگی اور اس کے آثار اور ثمرات اسی عالم سے شروع ہو جاتے ہیں جو شخص اس جگہ سے وہ قویٰ نہیں لے جاتا وہ آخرۃ میں کیا پائے گا۔ اور یہ ایک امتیازی نشان ہے جو آپ نے دوسرے مذاہب باطلہ کے رو کے لیے پیش کیا ہے؟ کہ اگر تم میں سے کوئی نجات یافتہ ہے تو وہ آئے میرے ساتھ ثمرات و نتائج میں مقابلہ کرے؟ اور کوئی نہیں آتا۔

پس

یہ تو بالکل سچا فیصلہ ہے کہ مومن اور کافر کی عام شناخت کا تو وہی وقت ہے جبکہ فریق جنت میں جاوے گا اور دوسرا دوزخ میں لیکن چونکہ بہشتی اور جہنمی زندگی اسی دنیا سے شروع ہو جاتی ہے اسلیے یہ کہنا بھی بالکل درست ہے کہ اسی عالم میں اللہ تعالیٰ کے اس فتوے کا پتا لگ جاتا ہے۔ اسلیے میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم زمینی اور خیالی باتوں پر صبر کرنیوالے نہ بنو اپنی تجویز کردہ ناموں پر خوش۔ بلکہ اس فکر میں لگے رہو کہ آسمان سے تمہیں سرٹیفکٹ مل جاوے۔ میں اسپر بھی یقین رکھتا ہوں کہ حقیقی مومن خدا تعالیٰ سے براہ راست بھی **مومن ہونے کا فتوےٰ سن لیتا ہے** جس کا نمونہ ہمارا **امام** علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود ہے جسکو صاف الفاظ میں حکم ہو گیا ہے قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ یہی وجہ ہے کہ ان فتوے اور کاغذات کی جو اسکے خلاف شائع کیے جاتے ہیں وہ ایک پرکاہ کی برابر بھی وقعت نہیں سمجھتا۔ اسے پروا نہیں کہ اسے کن ناموں سے یاد کیا جاتا ہے بلکہ وہ اسکے جواب میں کیا کہتا ہے؟

کافر و ملحد و دجال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غم ملت میں رکھایا ہم نے

اسے کیوں ان مخلوق پرستوں کے فتووں کی پروا نہیں صرف اسلیے کہ خدا تعالےٰ سے اسنے سن لیا ہے کہ وہ اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْن ہے اور مومنین کے ثمرات و برکات اسپر نازل ہوتے ہیں۔

آج کل بہت سے **متصوفین** اور کمزور دل کی مخلوق ایسی ہے کہ جنکا اسپر عمل ہے

بامسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام

یہ لوگ جیسا موقع دیکھتے ہیں ویسا ہی اپنے آپ کو بنا لیتے ہیں اللہ تعالےٰ اسکو پسند نہیں کرتا وہ اخلاص اور حقیقت چاہتا ہے جب تک یہ بات پیدا نہ ہوگی کچھ نہیں۔ بہت سے لوگ اسوقت ایسے بھی ہیں جو ہمسے ملتے ہیں تو ہماری باتوں کو سنتے اور پسند کرتے ہیں۔ لیکن جب انکو کہا جاتا ہے کہ تم کیوں ہمارے ساتھ نہیں ملجاتے تو کہتے ہیں کہ ہم شامل تو ہو جائیں مگر حکام کی نظروں میں کھٹکنے لگتے ہیں اور بہت سی مشکلات کے لیے بلایا جاتا ہے اور یونہی ہم آپکے ہی ساتھ ہیں ظاہر کرنیکی کوئی حاجت نہیں۔ لیکن جب ان مدبروں سے ملتے ہیں تو پھر مخالفت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو آپ ہی کی راہ کے تابع ہیں اور آپکے ہی ساتھ ہیں ایسے لوگ منافق ہوتے ہیں۔ اسلیے تم جو حضرت اقدس کے ساتھ ہو اپنے دلکو ٹٹولو اور اپنے اعمال اور افعال پر نظر کرو کہ کیا تم میں وہ بات پیدا ہو گئی ہے کہ تم اسکے لیے اپنی قوم برادری کو چھوڑ دینے کیلیے طیار ہو۔ کیا تم ان مشکلات کو خوشی سے برداشت کر سکتے ہو جو اسکی خاطر تمہیں پیش آئیں؟ اگر تمہارا دل اسکے لیے قوت پاتا ہے اور وہ بڑی خوشی کے ساتھ آمادہ ہے تو سمجھو کہ خدا تمہارے ساتھ ہے۔ پر اگر مشکلات کی برداشت نہیں تو ہم اور یہ اور [illegible] دہمکاتا ہے تو پھر دعا کرو کہ خدا تعالےٰ تمہیں استقلال اور قوت عطا کرے کیونکہ اسکے فضل کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ اور اسکے فضل حاصل کرنے کا یہ طریق ہے کہ تم دعا میں لگے رہو۔ اپنے اعمال میں ایک تبدیلی کرو۔

باقی آیندہ

عیسائیوں کی دوزخ

پیشوایان دین مسیح نے بہت طول طویل دوزخ کا بیان کیا ہے اس کی موجودگی اس کی گرمی اس کی تکالیف اس کی ماہیت کے قائل ہیں انہوں نے اس کے نام رکھے ہیں اس کے مقام کو پتہ بتایا ہے اور اس کی بابت صدہا قسم کی دلیلیں دی ہیں جہنم کی تکالیف کے حصے کئے گئے۔

پوپ جی روم نے جہنم کی عام تکالیف کا ذکر کیا ہے پادری ایڈمبرا جہنم کی تکالیف کو چودہ قسم کا بتاتے ہیں جن میں سات روحانی اور سات جسمانی ہیں سینٹ [illegible] کا بیان ہے اگر کوئی شخص دوزخ کی تکالیف کو ایک نگاہ سے بھی دیکھ لے تو فوراً اس کا دم نکل جائے اور ایک لمحہ بھی وہ زندہ نہ رہ سکے۔ دوزخ کی خاص تکالیف یہ ہیں رونا۔ دانت پیسنا۔ تاریکی۔ بدبو۔ مایوسی جنگ خوف۔ کمزوری۔ کیڑے۔ شیاطین کی صحبت وغیرہ۔ ہر تکلیف پر بکثرت لوگ متعین ہیں۔ اور ان ہی کے ذریعہ سے دیجاتی ہے گنہگار اپنے گناہوں کے مطابق سزا دیئے جاویں گے ایک ہی آگ ہے۔ لیکن وہ سب پر یکساں نہیں اثر کرے گی۔

بعض بطریقوں کی رائے کے مطابق جہنم میں بھی مکانات بنے ہوئے ہیں۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ مکانات نہیں ہیں بلکہ ایک گہری خندق ہے۔ ان ہی لوگوں کا بیان ہے اگرچہ وہاں طرح طرح کی تکلیفیں ہیں مگر مکانات نہیں ہیں۔

آدم اسکاٹس کا بیان ہے کہ سود خوار کو سونا گلا کے پلایا جاوے گا۔ ریورنڈ واجب التعظیم فرانس کہتے ہیں کہ جہنمیوں کو موت ضرور آئیگی مگر ان کی موت ایسی ہوگی جیسے گھاس کی جو بیل کے کھروں کے نیچے روندی جاتی ہو بظاہر وہ نیست و نابود ہو جاتی ہے۔ مگر گھاس کی جڑیں پوشیدہ زمین میں باقی ہیں وہ ہمیشہ اسیطرح زندہ رہیں گے اور اسی طرح مریں گے۔

بطریق جان کا بیان ہے دوزخی مرنا چاہیں گے مگر موت ان سے بھاگے گی۔ انہیں چار قسم کی سزا سے تکلیف دیجائیگی یعنی شرم، خوف، مایوسی، اور درد۔ ان کی شرم ہر گھڑی بے حد ہوگا ان کا خوف بغیر کسی امید کے۔ ان کی ندامت بغیر کسی فائدہ کے اور ان کا درد بغیر کسی رحم کے ہوگا۔

سے روم اور [illegible] نے بائبل دوزخ کی آگ کی ایک اصلیت قبول کر کے اس کی تشریح [illegible] کا بیان ہے کہ

دوزخ کی آگ گندھک اور رال سے بنی ہے اور اس کے بنانے والے عذاب کے فرشتے ہیں کافر اس آگ میں جلائے جائیں گے۔ جب ان سے سوال کیا گیا کہ غیر مادی روح کیونکر جلائی جاتی تو انہوں نے بیان کیا کہ غیر مادی آگ سے۔ پھر سوال کیا کہ مادی اجسام ہمیشہ تک کیونکر جل سکتی ہیں۔ جواب دیا خداوند ان میں ایسی زندگی دے گا کہ وہ جلنے پر بھی تر و تازہ رہیں گے۔

والٹر نے سسٹر سین سے اپنے آقا ولیم جولیس کی بابت دریافت کیا اس نے جواب دیا کہ تم اس ضلع کو جانتے ہو جو ول کنزک اور [illegible] کے مابین واقع ہے۔ غرض کہ میں تم سے بیان کرتا ہوں کہ اگر وہ ضلع اور اس کے پہاڑ لوہے کے بن جاویں اور جہاں تمہارے آقا کی روح ہے اس مقام پر بھیجے جائیں تو وہ ایسے جلدی پگھل جائیں کہ تم ایک آنکھ کا اشارہ بھی نہ کرسکو یعنی وہاں اتنی آگ ہے دوزخ کی آگ کا رنگ دھندلا اور سبز ہے۔ روشنی کا نام بھی نہیں۔ لیکن تاریکی عیاں ہے۔ دوزخ میں سردی کثرت ہے مگر پانی کا نام نہیں۔ عام طور پر دوزخ میں جو کیڑے ہیں وہ مادی نہیں ہیں۔

دوزخ کی کیفیت کہ ایک اور پوپ نے یہ بیان کیا ہے۔ ایک اتھاہ (یعنی جسکی تھاہ نہ ہو) گڑھا جہاں دوزخی تاریکی میں تہ کئے جاتے ہیں اور جو دائمی زنجیروں سے جکڑے ہوتے ہیں ایک انگیٹھی روشن رہتی ہے جسکی آگ کبھی بجھنے کی نہیں جہاں دانت پیسنا اور رونا ہوتا ہے جہاں سانپ بچھو کھنکھورے۔ زہریلے جانور ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ جہاں بھوک اور زاری کی کثرت ہے۔ اور جہاں ایک گھنٹہ کی تکلیف یہاں کی ایک صدی کی جانکندنیوں سے بھی زیادہ دردناک ہے برائیوں کی دنیا تمام اخلاقی اور جسمانی مصائب کا عالم ایک دائمی رات کی زمین اور غیر فانی مایوسی کا مقام ہے۔ ربانی غضب کا آتش خیز جیلخانہ۔ جہاں نالہ و بکا کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں اور اگر وہاں کی آہ و زاری کی آوازوں کا دنیاوی واویلا و بکا و غل و شور سے مقابلہ کیا جاوے تو دنیاوی آوازیں اس کے مقابلہ میں موسیقی خیز اور راحت بخش معلوم ہوں گی۔

جریمی ٹیلر کا بیان ہے کہ ہر دوزخی کا جسم نہایت متعفن اور سڑا ہوا ہے بمقابلہ دس لاکھ مرے ہوئے اور سڑے ہوئے کتوں کے۔ سینٹ [illegible] کا بیان ہے کہ دوزخی کی پوری کیفیت نہیں سمجھ سکتے۔ فرض کرو کہ ایک شخص کو برفستانی ملک میں [illegible] کرو کہ ایسے عمیق جیلخانہ میں قید کرو جہاں برف کے ڈھیر لگے ہوں۔ تاریکی چھائی ہوئی ہو۔ اور وہاں نہ میز ہو نہ آگ ہو نہ بچھونا ہو اور سارے دن میں ایک خشک سوکھا ہوا روٹی کا ٹکڑا اور انڈے کے چھلکے میں سبز رنگ کا پانی کسی رستی کے ذریعہ سے اس کے پینے کو دو تو گویا یہ حالت دوزخ کی حالت سے مقابلہ کرتے ہزاروں حصے

خریدا ہوا ہے۔ دوزخی سب شیطان کے کمرہ میں بند کر دیئے جائیں گے اور ہر ایک کمرے میں ایک ارب دوزخی ہوں گے وہ اسطرح بند ہوں گے جسطرح اینٹیں آتشدان میں لگا دی جاتی ہیں یا جسطرح لکڑی کی چھت میں [illegible] لگا دی جاتی ہے یا جسطرح نمک بھونتے وقت مچھلی میں لگا دیتے ہیں یا جیسے بھیڑ بکریاں ہوتی ہیں جہنمی اپنے ہمسایہ سے نفرت کریں گے اور ان میں باہم وہ دشمنی ہوگی کہ بس چلے تو ایک دوسرے کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں اور دانتوں سے بوٹیاں چبا ڈالیں۔ اولوالعزمانہ جوش۔ آرام و آسائش کی فکر۔ زندگی کا آفتاب دوزخ میں نام کو بھی نہ ملیگا۔ دوزخ میں محبت کا نام و نشان نہیں۔ وہ خودکشی کی آرزو کریں گے مگر اپنے کو قتل نہ کرسکیں گے۔ وہاں موت میں زندگی ہے اور ایسی موت ہے جس کیلئے کبھی فنا نہیں۔

انہیں گذشتہ اور آئندہ سے کوئی تسکین نہ ہوگی نیند کبھی انہیں نہ آئیگی۔ موسموں کا انقلاب انہیں محسوس نہ ہوگا۔ ان کے پاس جنتری ہوگی نہ ستارے دوزخ میں گھڑی نہیں ہے۔ [illegible] کہتا ہے کہ ایک جہنمی یکایک اپنی مصیبت کے بستر سے گھبرا کے دریافت کر بیٹھا کہ کیا وقت ہے۔ ایک آواز اوس کے جواب میں تاریکی سے پیدا ہوتی اور کہتی کہ مداومت۔ اگرچہ دوزخ میں کوئی گھڑی نہیں ہے پھر بھی انہیں علم اور حس کی ایک گھڑی دی جائیگی۔ جس سے ہر وقت وہ اپنے تکالیف اور مصائب کا اندازہ کرسکیں گے۔ مریض رات بھر اپنے بستر پر کروٹیں بدلا کرتا ہے اور رات کی گھڑیاں گنتا ہے۔ آخر اسے معلوم ہوتا ہے کہ شب نے کوچ کیا۔ رفتہ رفتہ پرند بھی چہچہانے لگتے ہیں اور آفتاب بھی سامنے سے طلوع ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اس مریض کی تکلیف میں کسی قدر کمی آ جاتی ہے اور تھوڑی دیر اسکی آنکھ لگ جاتی ہے۔ مگر ان میں سے ایک چیز بھی دوزخ میں نہ ہوگی۔ نہ دوزخ میں طلوع آفتاب ہوگا اور نہ نیند نہ شب کی شبنم نہ پرندوں کا شیریں گانا۔ ہاں اگر ہوگا تو یہ۔ شیطان۔ تاریکی۔ شکستہ خاطری اور مایوسی۔

سینٹ ایڈمس کہتے ہیں کہ دوزخی یہ غل مچاتے ہیں۔ ہائے ہائے افسوس ہمارے عزیز حیف ہماری تکلیف پر جو ہمیشہ اٹھانی پڑیگی۔ اے لمبے لمبے۔ آہ آہ اے مداومت تو کیا چیز ہے! ہائے ہائے تو وہ چیز ہے جسکی کوئی انتہا نہیں۔ ہائے ہائے موت کبھی فنا نہیں ہر لحظہ مرنے کی آرزو ہے مگر موت نہیں آتی ہمارے ماں اور باپ اور تمام وہ لوگ جن سے ہم محبت کرتے تھے خدا ہی رحمتیں ہمیشہ تم پر نازل کرے۔ اب ہمیں تمہارا دیدار کبھی نصیب ہوگا اور کبھی تم سے محبت کرنے کا موقع نہ آئیگا ہم تم سے ہمیشہ ہی کے لیئے جدا ہو گئے ہیں

آہ آہ مفارقت آہ آہ یہ دائمی مفارقت تو کتنی پر وحشت ہے۔

آہ آہ ہمیں کچھ نہیں چاہیئے۔ صرف ہماری یہ خواہش ہے کہ ایک چکی کا پاٹ قائم کیا جاوے جو اتنا چوڑا ہو جتنی کل زمین اور اسکی موٹائی اور اونچائی اتنی ہو کہ ہر طرف سے وہ آسمان سے مس کرے اور پھر تو ایک چھوٹے سے پرند کو حکم دے کہ وہ صرف ایک ہزار برس میں ایک پھیرا کرے اور اس پاٹ میں سے رائی کے دانے کے $\frac{1}{10}$ حصہ برابر اٹھائے تو ہم سے وعدہ کر کہ جب اس صورت سے یہ پرند کل پاٹ اٹھالے تو ہم نہیں دوزخ سے رہائی دیدینگے مگر افسوس یہ بھی نہیں اور اتنی مدت کے بعد بھی ہماری رہائی ممکن نہیں۔

جو تاجر اپنے ہمسائیوں کے ہاتھ اپنا مال تجارت گراں قیمت پر فروخت کرتے ہیں ان کے لئے اس قسم کی دوزخ ہوگی کہ جس کوٹھڑی میں وہ قید کئے جائیں گے اس کا دروازہ صرف اتنا بڑا ہوگا کہ ایک چھوٹی سی چڑیا چل جائے گر جانے کے بعد وہ بھی نہ نکل سکیگی اسی دردناک کوٹھڑی میں وہ شاعر قید کئے جائیں گے جنہوں نے کسی کی ہجو کی ہوگی اور وہ لوگ جو اپنے عالی نسب اور حسب اور جلیل القدر عہدے پر فخر کرتے تھے ان کا قیام بھی اسی کوٹھڑی میں ہوگا۔ تمام نجومی کافر اسی آتش خیز مقام میں ہمیشہ کے لیئے رکھے جائیں گے۔

سنہ ۱۶۹۲ء میں ایک کتاب شائع ہوئی تھی جس کا نام ذیکر کا خواب تھا جس خواب میں ذیکر کے لگے دوزخ کی پوری کتاب کھل گئی تھی جس کتاب میں اس نے بہت سی عجیب و غریب چیزیں پڑھیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ جب میں نے روحانی گھوڑے پر سوار ہو کر دیکھا کھولتے ہوئے پانی کے چشمے اور پگھلی ہوئی دھات کے دریا بہ رہے تھے اور ان میں دوزخی نالہ و بکا کی صدائیں بلند کر رہے تھے۔ [illegible] کی دوزخ جو [illegible] میں واقع ہے مختصر اس کا بیان یوں کیا گیا ہے ایک جنوبی قطبی ملک آگ اور برف سے پر خوفناک اولوں اور ہمیشہ جلنے والی گندھک سے بھرا ہوا۔ اس کا فاصلہ آسمان کو ہمارے سلسلہ دنیا کے تین نصف قطروں کے برابر ہے۔ شیطان کا قد آسمان تک پہنچتا ہے۔ چار ناری دریا کافروں کے علم الٰہی سے نکلے ہیں۔ اس غیر الٰہی صورت میں [illegible] ہے دوسری طرف خوفناک طوفان میں ایک منجمد برف کا بحر اعظم ہے جہاں تمام جہنمی تیز قدموں سے جلتی ہوئی آگ سے منجمد برف کا بحر اعظم ہے۔ یہاں تمام جہنمی تیز قدموں سے جلتی ہوئی آگ سے منجمد برف کے بحر اعظم پر دوڑ رہے ہیں دوزخ کے دروازوں پر گناہ اور موت کا پہرہ ہوگا اور جنکی صورت دیکھتے ہی جہنمی ان کی اصل حقیقت کو واقف ہو جاتے ہیں [illegible]

حضرت اقدس کی پرانی اور اچھوتی تحریریں

(خاص الحکم کیلئے)

سب سے پہلے انسان پر خدا تعالیٰ کی صفت قہاری کی واضح ہوتی ہے کیونکہ یہ امر نہایت بدیہی اور محسوس ہے جو ایک طاقت عظمیٰ نے ہر ایک چیز کو اپنا مقہور اور مغلوب کر رکھا ہے جو لوگ خدا کی تمام صفات سے منکر ہو جاتے ہیں وہ بھی اس امر بدیہی سے انکار نہیں کر سکتے جو بجز ایک ذات باریتعالےٰ کے ارادے مطلق کسی چیز کو حاصل نہیں اشرف المخلوقات انسان ہے جو خود اپنے نفس کو باعتبار علم اور عقل اپنی کے اور تمام مخلوقات پر ترجیح دیتا ہے مگر وہ بھی اپنے نفس کو مجبور ہی پاتا ہے ایک انگل اپنا قد بڑھا نہیں سکتا ایک دن اپنا عمر کا زیادہ نہیں کر سکتا۔ پس ہر یک چیز کا مقہور اور مغلوب ہونا ایک قاہر کی ذات پر اول دلیل ہے اور جسطرح بچے کو بوقت شروع سن تمیز کے پہلے پہل بدیہیات پر اطلاع ہوتی ہے اسیطرح جو شخص بیضہ بشریت کے غفلت خانہ سے پہلے پہل منیز ہو کر کچھ دیکھتا ہے وہ یہی ہے جو خدا تعالیٰ کی صفت قاہریت کو تمام زیر و بالا پر محیط پاتا ہے اور کسی چیز کو اس کے پنجہ تصرف سے باہر نہیں دیکھتا پس اس عظمت کے مشاہدہ سے اول قدم جو وہ خدا کی طرف رکھتا ہے وہ توبہ ہے اور سرکشی سے پرہیز کرنا ہو۔ شاید اس بات پر کوئی شخص کچھ زیادہ بحث کرے کہ صفت قہاری کی خدا کی تمام صفات میں سے اجلیٰ بدیہیات کس دلیل سے ہو۔ سو واضح ہو کہ صفت قہاری کی اجلیٰ بدیہیات اس وجہ سے ہو کہ یہ مسئلہ نہایت ہی واضح ہے کہ دنیا میں کسی مخلوق کیلئے ایسی آزادی حاصل نہیں کہ جس میں اوس کی ساری مرادیں حاصل ہوں۔ گو ایک شخص خدا سے منکر ہی ہو پر وہ بھی اپنے آپ کو آزاد اور خود مختار نہیں کہہ سکتا اس کو بھی جب موت اور اس عالم فانی سے گذر جانا یاد آتا ہے تو وہ بھی اپنے آپ کو نہایت ہی لاچار اور مجبور پاتا ہے پس وہ اگرچہ اپنی نادانی سے ایک ذات قاہر کا منکر ہے پر تب بھی وہ مقہور ہونے سے تو منکر نہیں ہو سکتا بس یہی مقہور ہونا اس کی کمر کو بھی توڑتا ہے پس ظاہر ہے کہ دنیا میں صفت قہر کی بہت بدیہی واضح ہے کہ جس سے دہریہ بھی مغموم اور محزون ہیں بلکہ یہ ایسی بدیہی صفت ہے کہ حیوانات لایعقل بھی اس سے بیخبر نہیں۔ ہر یک حیوان جو دوسری چیز سے ڈرتا ہے وہ اپنی مقہوریت کا قائل ہے۔ اگر وہ اپنے آپ کو عام طور پر آزاد سمجھتا تو کسی چیز سے نہ ڈرتا پس خلاصہ کلام یہ ہے کہ صفت قہر کے ایک اول شے ہے جو دنیا میں بہ بداہت مشہود اور محسوس ہے اور چونکہ انسان کی طبیعت میں یہ فطرتی ترتیب ہے جو بروقت شروع زمانہ تمیز کے پہلے پہل علم بدیہیات اور محسوسات کا اس کو حاصل ہوتا ہے اسیطرح جب وہ طفولیت روحانی سے تمیز روحانی کی طرف قدم رکھتا ہے تو پہلے پہل اوس پر وہ صفت جناب باری کی کھلتی ہے جو سب صفات سے زیادہ تر بدیہی اور محسوس ہے یعنے صفت قاہریت اسکی کہ جس سے بندہ ناچیز صدہا طرح کی مجبوریوں میں بند ہے اور موت اور بیماری اور درد اور دکھ اور صدہا طرح کی لاچاری حکیم مطلق نے اوس پر وارد کر رکھی ہے سو ان ہزارہا لوگوں کو ہر روز مرتے دیکھ کر اور ہزارہا طرح کی لاچاری مشاہدہ کر کے نہایت بدیہی طور پر سمجھ جاتا ہے کہ میں آزاد نہیں بلکہ مقہور اور مجبور ہوں۔ اور اگر انسان اپنے زمانہ بدو تمیز پر نظر ڈالے تو ہر یک شخص اس بات کا اقرار کرے گا جو پہلے پہل اسی بات کی تمیز اس کو حاصل ہوئی ہے کہ ہم اس پر خلاف مراد حالات وارد ہوتی ہیں اور وہ آزاد نہیں پس اس سے ثابت ہے جو پہلے پہل صفت قاہریت باریتعالےٰ کی انسان پر مشہود ہوتی ہے اور وہی طبعاً تمام صفات پر مقدم ہے۔ پھر دوسری مرتبہ جب نظر دقیق سے انسان ملاحظہ عالم کرتا ہے تو تمام عالم کو خداوند تعالےٰ کے آلاء اور نعماء سے پر پاتا ہے اور اسکی رحمت کو ہر یک چیز پر محیط دیکھتا ہے تو پھر اس ملاحظہ ثانی سے اس پر امید اور توکل پیدا ہو جاتی ہے۔ جیسے اول ملاحظہ قاہریت سے خوف پیدا ہو گیا تھا۔

پھر تیسری مرتبہ جب نظر ادق سے عالم کو دیکھتا ہے تو خود خداوند تعالےٰ کو ایک حقیقی نعمت پاتا ہے اور لذت اعلیٰ اسی کے وصال کو مشاہدہ کرتا ہے یہ انسان کی آخری نظر ہے کہ جس سے بڑھ کر اور کوئی نظر نہیں۔

پس پہلے پہل انسان کو خدا کی قاہریت پر نظر پڑتی ہے اور پھر اوسکی لطف اور احسان پر نظر جاتا ہے اور پھر آخر کار اسے کو محبوب حقیقی سمجھ کر اس کی محبت میں فانی ہو جاتا ہے۔

یعنے وہ پہلا خیال جو انسان کو خدا کی طرف کھینچتا ہے وہ یہی ہے جو دنیا مقام فانی ہے یہی پہلا خیال ہے جو ہر یک شخص بروقت رجوع کرنے کے بطرف خدا کے دل میں قائم کرتا ہے کوئی دنیا کو فانی سمجھتا ہے کوئی اپنے موت کے دن کو قریب دیکھتا ہے کوئی اپنے عزیزوں اور پیاروں کی موت کو یاد کرتا ہے غرض پہلے پہل خدا کی قاہریت ہی اس کے دل پر اثر ڈالتی ہے کیونکہ خدا کی قاہریت بہت ہی بدیہی اور زبردست ہے جو انسان کو آپ آگے جگا دیتی ہے اور کتنا ہی۔۔۔ وہ خواب غفلت میں سوتا اس کو اٹھا دیتی ہے۔

شرک تین قسم پر ہے ایک بہت ظاہر اور بدیہی اور وہ یہ ہے جو بتعلق اور بلا واسطہ دوسری چیزوں کو خدا کا شریک قرار دینا۔ دوسرا شرک وہ ہے جو ظاہر اور بدیہی نہیں بلکہ نظر اور فکر سے معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جن چیزوں کو افعال الٰہی سے بظاہر شراکت پائی جاتی ہے ان سے بھی مونہہ پھیر کر فاعل حقیقی ایک ذات خدا کو سمجھنا۔ یعنے اسباب سے مسبب کی طرف رجوع کرنا۔ تیسری قسم شرک کی یہ ہے کہ اگرچہ نظر اور فکر کو اسکی دریافت کرنے میں دخل ہے مگر مجرد نظر اور فکر سے وہ دریافت نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے ساتھ تزکیہ نفس کا ہونا ہے جو کمال محبت سے حاصل ہوتا ہو اور وہ یہ ہے جو بجز وجود باری تعالےٰ کے تمام اور کل موجودوں کو نیست و نابود سمجھنا اور اسی شرک کے دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے قد افلح من زکٰھا کیونکہ تزکیہ تام بغیر محبت کے نہیں ہو سکتا سو یہ آیت محبت تام کی طرف آرہا ہے۔

سورۃ فاتحہ کی تعریف

الحمد للہ رب العالمین۔ تمام محامد جو عالم میں موجود ہیں اور مصنوعات میں پائی جاتی ہیں وہ حقیقت میں خدا کی ہی تعریفیں ہیں اور اسی کی طرف راجع ہیں کیونکہ جو خوبی مصنوع میں ہوتی ہے وہ حقیقت میں صانع کی ہی خوبی ہے جیسے آفتاب دنیا کو روشن نہیں کرتا حقیقت میں خدا ہی روشن کرتا ہے اور چاند رات کی تاریکی نہیں اٹھاتا حقیقت میں خدا ہی اٹھاتا ہے اور بادل پانی نہیں برساتا حقیقت میں خدا ہی برساتا ہے اسیطرح جو ہماری آنکھیں دیکھتی ہیں وہ حقیقت میں خدا کی طرف سے بینائی ہے اور جو کان سنتے ہیں وہ حقیقت میں خدا کی طرف سے ہی شنوائی ہے اور جو عقل دریافت کرتی ہے وہ حقیقت میں خدا کی طرف سے دریافت ہے اور جو کچھ آسمان کے اور زمین کے عناصر اور صاف نہایت دکھائی دیتے ہیں اور ایک خوبصورتی اور تروتازگی جو مشہود ہو رہی ہے حقیقت میں وہ اسی صانع کی صفت ہے جس نے کمال اپنی صنعت کا ان سب چیزوں کو دیا ہے اور پھر جانے دینے خصوصاً نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے اس کے ساتھ ایک نعمت شامل رہتی ہے جس رحمت سے اس کا بقا اور وجود ہے اور پھر صرف اسی پر اختصار نہیں کیا بلکہ ایک چیز کو اپنے کمال اعلیٰ تک پہونچاتا ہے جس سے قدر و قیمت اس شے کی کھل جاتی ہے پس حقیقت میں محسن اور منعم بھی وہی ہو اور جامع تمام خوبیوں کا بھی وہی ہے اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ الحمد للہ رب العلمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین

اس جگہ ایک اور نکتہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جسقدر بڑے بڑے عالم ظاہری میں اوصاف باری مشہود اور محسوس ہو رہے ہیں وہ ویسے ہی باطنی طور پر بھی اس کے اوصاف میں مثلاً ایک روشنی تو وہ ہے جو بذریعہ اپنے مصنوع چاند اور سورج کے خدا تعالیٰ دنیا پر چمکاتا ہے اس کے مقابلہ پر ایک روشنی بھی ہے جسکی چاند اور سورج کتب الہامیہ ہیں جیسی وہ روشنی چاند اور سورج سے نکلتی ہے اور اکثر حصہ عالم کو گھیر لیتی ہے ایسی ہے یہ روشنی بھی کتاب الٰہی سے نکلتی ہے اور اکثر معمورہ پر پڑتی ہے اور جسطرح چاند اور سورج کی قوت کو تمام انفعال طبع کائنات الارض میں کسی نہ کسی قدر دخل ہے۔ مثلاً گو ہم ہوا ہی کو سنتے ہیں اور معصب موجود زرد درختی ہے لیکن علت العلل اس کے چاند اور سورج کی طاقت ہے اسی طرح ہماری تمام کھیتیاں پکنے دیکھنے چلتے پھرتے سونے جاگتے میں۔ چاند اور سورج کے تصرفات پائے جاتے ہیں کہ جیسا انھیں لوگوں اور کچھ بدیہی ہیں اسی طرح کتب الہامیہ کی طاقت سے نظام عالم مقصود ہے اور جو بعض عقل پر کفایت کر کے کتب الہامیہ سے اپنے تئیں مستغنی سمجھتا ہے وہ ایسا ہے کہ جیسے کوئی چراغ کو روشن کر کے آفتاب سے اپنے تئیں مستغنی سمجھتا ہے۔

ممکن کا وجود بغیر علت کے قائم نہیں رہ سکتا پس مخلوقات کے وجود کی علت خدا کی خالقیت یعنے خلقت کو پیدا کیا تا خالقیت سے شناخت کیا جائے اور اسکی بقا کی علت خدا کی رحمانیت اور رحیمیت ہے یعنے ایک عرصہ تک باقی رکھا تا رحیمیت اور رحمانیت سے شناخت کیا جائے اور ان کے وجود ثانی کی علت خدا کی صفت مجازیت ہے یعنے پھر وجود بعد موت کے اس علت سے بخشتا ہے کہ تا مجازیت سے شناخت کیا جائے سو خدا کی ان تین صفتوں سے دنیا برقرار ہو اور کیا عجب ہے جو دین میں جو یہ تفرقہ مذاہب ہے جو وجود دنیا کو برقرار رکھنے کیلئے تین مذہب رکھے ہیں یعنی تین صفتوں کیطرف اشارہ ہو

(باقی آئندہ)

مضامین متعلق محکمہ ڈاک

ملازمانِ ڈاک خانہ اور کثرتِ کار

مشق اندوہ سے اک روز نہیں مین بیکار
میرے ہفتہ مین بھی ہوتا نہیں کوئی اتوار

اس سے پیلے ہم نے محکمہ ڈاک خانہ کے اعلےٰ افسرون کو **نوٹ سسٹم** کی بداستعمال کے بُرے نتائج پر توجہ دلائی تھی۔ اگرچہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس پر کہانتک توجہ ہوئی۔ مگر ہم جانتے ہین کہ جو امور قابل اصلاح ہماری نظر مین ہین ہم انہین گورنمنٹ کے روبرو پیش کرتے ہی رہین گے خواہ کوئی سُنے یا نہ سُنے۔ ایک نقطہ بھی متواتر اور مسلسل تحریر پر پُر اثر ہوسکتا ہے۔ جبکہ اس پانی کے بغیر نہیں رہتا تو پھر یہ کیونکر ناممکن ہو کہ ہم متواتر چلاتے رہین اور کوئی شنوائی نہ ہو۔ آخر ایک دن آجائیگا کہ یہ تحریرین اعلیٰ حکام کو اپنی طرف متوجہ کرکے رہین گی۔ پس ہم کو یہ امر کبھی مایوس کرنے والا نہیں ہو سکتا کہ ہماری فلان تحریر پر توجہ ہوئی ہے یا نہیں بلکہ ہمارا عمل حافظ کے اس شعر پر رہے گا۔

حافظ وظیفۂ تو دعا گفتن است و بس
در بند آن مباش کہ نشنید یا شنید

آج ہم اس امر پر کچھ لکھنا چاہتے ہین کہ ملازمان ڈاکخانہ کو کسقدر کثرت سے کام کرنا پڑتا ہے جو شعر اس مضمون کے عنوان مین لکھا گیا ہے یہ بالکل محکمہ ڈاکخانہ ہی کے ملازمون کے حسب حال ہے **اتوار** کے دن جبکہ قریباً کل دنیا پر تعطیل ہوتی ہے یہ محکمہ اس دن بھی (گو کچھ تعطیل کرتا ہے) اپنے اسیران بلا کو نہیں چھوڑتا۔ یون کہنے کو تو کہا جاتا ہے کہ محکمہ ڈاکخانہ مین آٹھ گھنٹہ کی ڈیوٹی ہوتی ہے لیکن **عملدرآمد** بتا رہا ہے کہ بڑے افسرون اور سب آفسون مین کلرکون سب پوسٹماسٹرون اور پوسٹماسٹرون کو آٹھ گھنٹہ تک بھی بعض اوقات کام سے فرصت نہیں ہوسکتی اور اس پر بھی کثرت کار کا سوال تو کبھی پیش نہیں ہوتا کمی کارگذاری پر جواب طلب ہوجانا بہت سہل اور آسان ہے۔

اگر ڈاکخانون کے کاروبار کے اوقات پر نظر کیجاوے تو معلوم ہوگا کہ جو اوقات انسان کے آرام کرنے یا حفظ صحت کے اصولون کے موافق ضروری تفریح اور چہل قدمی کے ہین وہی خصوصیت کے ساتھ ڈاکخانہ مین مصروفیت کے ہین۔ مثلاً صبح وشام کی ہواخوری صحت کے لئے بہت ضروری ہے لیکن ڈاکخانہ کو بدقسمت کلرک اس سے بکلی محروم ہین اگر کوئی شاذ ونادر طور پر مستثنیٰ ہو تو جدا امر ہے ہم بطور کلی کلام کرتے ہین۔ یہی وقت عموماً ڈاک کی ڈلوری یا ڈسپیچ کے ہوتے ہین۔

صبح سویرے اٹھکر جہان ہر شخص اپنے ضروری حوائج سے فارغ ہوکر اور اپنے مذہبی طریق پر اگر خدا نے اسے توفیق عطا کی ہو خدا کی عبادت کرکے دن بھر کے لئے طبیعت کو مستعد اور تازہ دم کرنے کیلئے سیر کو نکلتا ہے اس وقت ڈاکخانہ کا غریب کلرک یا سب پوسٹماسٹر آنکھین ملتا ہوا حوائج ضروری سے بھی نافارغ ہوکر ڈاک کی تھیلی کو جلد جلد کھول رہا ہے تاکہ ڈلوری مین دیر نہ ہوجاوے۔ اس وقت اس کی حالت قابل رحم ہوتی ہے۔

اور اسی طرح شام کو جبکہ **مزدور** بھی دن بھر کی محنت ومزدوری کے بعد طبیعت کو بحال کرنے کے لئے نکلتے ہین یہ بیچارہ ڈاک کی تھیلیون کے بند کرنے کے فکر مین ہوتا ہے کہ کہین ڈاک کی روانگی مین دیر نہ ہوجاوے اور پھر مورد عتاب ہونا پڑے۔

۱۲ بجے کے وقت بھی جبکہ قلی اور مزدور تک دو گھنٹہ کیلئے کار وبار چھوڑ بیٹھتے ہین اور کہا کہا کر آرام کرتے ہین یہ بیچارہ ہون کو جلا دینے والی لو مین کمرہ کی کھڑکی کے سامنے بیٹھا ہوا ہے۔ اور شام کو جانے والی ڈاک کے لئے روزنامہ حساب کتاب طیار کر رہا ہے یا اس ڈاک مین شامل ہونے والے دوسرے کاغذات کی ترتیب ودرستی مین مصروف ہے۔ سرکاری کاغذات کے علاوہ پبلک کے ساتھ بھی اسے اسی وقت متوجہ ہونا پڑتا ہے۔

وہ لوگ جو خس کی ٹٹیون کے اندر پنکھون کے نیچے بیٹھے ہوئے ہین۔ جنکو دفتر مین بھی ہر قسم کے آرام وآسائش کے سامان میسر ہین وہ ایک غریب کلرک یا سب پوسٹماسٹر کے حالات پر کب نظر کر سکتے ہین جو بادسموم کے جھونکون مین بیٹھا ہوا جھلسا جا رہا ہے غرض جو وقت عام لوگون کی سیر وتفریح طبع اور آرام کے ہوتے ہین وہ ان اسیران بلا کی ضروری حاضری اور کثرت کار کے ہوتے ہین۔ ہم یقیناً کہہ سکتے ہین کہ اگر ان محروم القسمت لوگون کو باہر جیسا کی بجائے بندرہ روپیہ کی بھی آمدنی ہو جاتی اور وہ اپنا پیٹ پالنے کے قابل ہوتے تو ہرگز ہرگز اس قفس مین مبتلا نہ ہوتے۔

اگلے نمبر مین ہم ڈاکخانہ کی تعطیلات پر ریمارک کرینگے۔ انشاء اللہ العزیز۔

ملازمانِ ڈاکخانہ کی نا مقیمان

معزز معاصر زمیندار نے ایک مرتبہ اس عنوان سے ایک نظم شائع کی تھی جو اس حصہ مضامین کے لئے مفید سمجھ کر ہم بھی درج کرتے ہین

نا مقیمان ڈاک سرکاریم
رنج بر تبادلہ دین ئے آریم

بلبلانیم کز قفس دُور در
سیل پرواز ہم نگے واریم

مرغ شاخ درخت خشک ہیں ہم
جز بر نقصان نہ منفعت واریم

تا بجائے جیبر خاک در شی
خاک پائے چار ہر واریم

بندۂ بندگان انگریزیم
خادم خادمان سرکاریم

ڈاک اوگر فتہ بر سر خود
از مخابات دردسے آریم

پر سے اس کا بدل کہ یہی کو
زر تنخواہ دل کف آریم

لیک گا ہے چو میشو دو ضعات
ہر دم از دیدہ خون بچہ آریم

شب بہ بیری کنیم کار تمام
ہر سحر کار تازہ سے واریم

لیک شاکر ہین پھر بھی قسمت پر
حرف شکوہ نہ بر زبان آریم

بند ہین جنگلون مین دفتر کے
اور فتادہ جدا ز گلزاریم

نتنا باقی نہین رہا جز پوست
ہر چہ بینی بدانکہ نظر اوست

راقم

اوستاد کے مصرعہ پہ لگاتے ہین گرہ ہم
اصلاح سے دل کیجیو خورسند ہمارا

ایک شخص شراب کی دوکان پر بیٹھا ہوا کہہ رہا تھا کہ کاش جس قدر آدمی اب خواندہ ہین اتنے نہ ہوتے اور لکھنا تو دونون کو بھی نہ آنا چاہیے۔

دوسرے نے دریافت کیا کہ کیا آپ تعلیم کو سخت مخالف ہین؟ کیا آپ دنیا کو بیچیے

لیجانا چاہتے ہین۔ اس نے جواب دیا نہیں مین ڈاکخانہ کا کلرک ہون جتنی تعلیم بڑہتی جاتی ہے اوسی قدر ہی ہم لوگون کی شامت آتی جاتی ہے +

ڈاکخانہ مین جون کا مہینا

ڈاکخانہ مین جون کا مہینا بھی ایک اچھی خاصی یادگار ہے جبکہ بیچارے ناکردہ گناہ ملازمین ڈاکخانہ کو **ایک** روپیہ جرمانہ ہو جاتا ہو یہ لفظ بظاہر ہر ایک دل مین کھٹکیگا کہ یہ جرمانہ کیسا ہے؟ لیکن ہم اپنے ناظرین کو زیادہ انتظار مین نہ رکھین گے اور انہین بتاوین گے کہ یہ ایک روپیہ فی الحقیقت جرمانہ ہی ہے گو اس کا نام ڈاکخانہ والون نے **گارنٹی فنڈ** رکھ چھوڑا ہے۔ گارنٹی فنڈ اس قدر وسیع مضمون ہے کہ اس پر بہت کچھ تفصیل کے ساتھ بحث کرنے کی ضرورت ہے اور ہمارے مجوزہ مضامین مین سے یہ بھی ایک ہے اس وقت ہم اس پر کسی لمبی بحث کا موقع نہیں پاتے اگلی اشاعت مین اس پر ایک جسم آرٹکل لکھین گے۔ انشاء اللہ +

ہمارے دفتر کی فروختنی کتابین

سلک مروارید	۳ر
البلاغ	۲ر
الانذار	۲ر
رپورٹ جلسہ سالانہ ۹۷ء	عسر
تفسیر القرآن پارہ اول	عیعہ
براہین الحق	۲ر
نمونہ قرآن مجید دو سپارے	۳ر
انجیل مرقس کی تحقیق	۱ر
سراج الدین عیسائی کے چار سوالونکا جواب	۲ر
حضرت اقدس کی پرانی تحریرین	۲ر
اصلاح النظر	۲ر
حضرت اقدس کی تقریر اور خط	۲ر
تفسیر سورہ تبت	۲ر
مباحثہ حیات ووفات مسیح	۲ر

دفتر الحکم قادیان سے طلب کرو

انوار احمدیہ پریس قادیان مین شیخ یعقوب علی تراب احمدی اینڈ سنز مالکان کارخانہ کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا +

مذہبی دنیا پر سرسری نظر

ہماری ہمدردیاں جاپان کیساتھ ہیں — اخبار انگلشمین کلکتہ کے حوالہ سے معلوم ہوا ہے کہ شنگھائی میں ۳۰ سے زیادہ جاپانی سوداگر مسلمان ہوچکے ہیں اور مسلمانان شانگھی نے شیخ عبداللہ کوئلہ سے درخواست کی ہے کہ وہ مذہب اسلام پر چند چھوٹے چھوٹے رسالے لکھیں جن کا ترجمہ جاپانی زبان میں کیا جائے گا +

عقائد اسلام پر فلسفیانہ بحث کرنا اور اسی اسلوب سے اسلام کو ان لوگوں کے سامنے پیش کرنا جو اسلام سے کچھ بھی واقفیت نہیں رکھتے ہر شخص کا کام نہیں ہو سکتا + اس خبر کو پڑھ کر ہمیں افسوس ہوتا ہے کہ چین میں باوجودیکہ مسلمانوں کی بہت بڑی آبادی ہے لیکن وہاں کوئی ایسا متبحر عالم معلوم نہیں ہوتا جو نومسلموں کو عقائد اسلام کی پوری پوری تلقین کر سکے ورنہ اسکی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ کیوں شیخ موصوف سے ایسی درخواست کی گئی +

اصل بات یہ ہے کہ **حقیقی اسلام** کی اشاعت کا مرکز جیسا کہ علم الہی میں مقدر ہوچکا تھا **قادیان** ہے جہاں خدا کے برگزیدہ بندہ نے نزول فرمایا ہے اسلیے احمدی قوم کا فرض ہے کہ وہ ان دور دست دیار میں اسلام کی حقیقی روشنی کو پہنچانے کی فکر کریں اور جہانتک انسے ممکن ہے سعی کریں + ہماری ذاتی رائے ہے کہ ہمارے سلسلہ کے فخر حضرت حکیم الامت اور مولانا مولوی عبدالکریم صاحب جیسے بزرگوں کا فرض ہے کہ وہ **عقائد اسلام** پر زمانہ کے مذاق اور ضرورت کے موافق مختصر اور عام فہم رسالے لکھیں جنکو قوم انگریزی اور دوسری زبانوں کے ذریعہ سے ان لوگوں تک پہنچانے کی فکر کرے جو اسلام کی طرف آتے ہوئے نظر آ رہے ہیں - یہ وقت کام کا ہے اہل قلم بزرگ قلم سے کام لیں اور اہل دول اپنے مال کو نثار کریں ورنہ یہ تو یقین ہے کہ مامور کی دعائیں تو ایک انقلاب مذہبی پیدا کر کے ہی رہیں گی +

مسلمانوں اور آریہ سماجیوں کو آج کل مذہبی مناظروں کا آج کل کے مذہبی مناظروں پر نظر

بہت شوق پیدا ہو چلا ہے اور آئے دن کسی نہ کسی مقام پر ایسے مذہبی مناظروں کا دنگل قائم ہوتا ہے جس میں وہی پہلوان بار بار نظر آتے ہیں اور وہی مضمون ان کے زیر بحث ہوتا ہے اور وہی دلائل دُہرائے جاتے ہیں - ہم حیران ہیں کہ سمجھدار آریہ اور دانشمند مسلمان ایسے مذہبی مباحثوں سے کیا فائدہ سمجھتے ہیں بجز اسکے کہ غریب مسلمانوں اور بیچارے آریوں کا روپیہ برباد ہو اور آئندہ کے لیے عداوت اور بغض بڑھے اور جو لوگ کم علم اور سادہ لوح ہیں ان میں بد اعتقادی اور شک کو ترقی دیں مذہبی مناظرات کے لیے اب قلم کا میدان کھلا ہے - اسوقت زبان کی طاقت سے کام لینا چاہیے اور مباحثات کا موجودہ رخ بالکل بدل دیے جانے کے قابل ہے ہر ایک اہل مذہب اپنے مذہب کی خوبیاں اور کمالات بیان کرے اور اگر مباحثہ بھی کرنا ہو تو خاص شرائط کے ماتحت ہو اور ان نشانات میں ہو جو حقیقی مذہب کے عملی نتائج یا ثمرات کہلا سکتے ہیں نری الفاظ اور لسانیوں سے اب کوئی کسی پر کامیابی حاصل نہیں کر سکتا اور نہ منوا سکتا ہے بلکہ حقیقی مذہب کے صدق نے یا یوں کہو کہ حقیقی مذہب کی حجت ملزمہ قائم کرنے کا اب وہی طریق ہے جو خدا کے مسیح موعود نے اختیار کیا ہے - اور اسی لیے اسکو وہ رتبہ عطا ہوا ہے کہ اسکے سزاوار ہے جو کچھ ہے۔

چہ عجب ار بہادر نداری جواں را
کہ نامی بکس میدان محمدؐ

نگینہ میں مباحثہ — نگینہ ضلع بجنور میں اسی ماہ کی ۵ تاریخ سے مسلمانوں اور آریوں کے درمیان ایک مذہبی مناظرہ کا دنگل قائم ہوا مضمون زیر بحث الہام تھا اور اسپر بحث کرنیوالے وہی پرانے مناظر تھے اور امرتسری اخبار کے الفاظ میں علماء اسلام نے بڑی شدومد سے عتر کفر دیا ہے) اور ماسٹر آتمارام صاحب مفسر کی نفع - + سنا جاتا ہے کہ شنڈ اور اسکے فتنے کفر نے میدان مباحثہ میں بڑا اثر پیدا کیا خواہ کچھ بھی ہو ان مباحثوں میں بجز تضیع اوقات اور صرف زر کے کوئی فائدہ فریقین کو نہیں ہوتا البتہ حریصان شہرت وغیرہ کا مطلب کسی نہ کسی پیرایہ میں پورا ہو جاتا ہے +

خریداران اپنا حساب جلد بیباق فرماویں ہمارے دی پی لینے کے لیے ہر وقت طیار رہیں
منیجر

آہ! تیسرا پتھر

مسلمانوں کی حالت اس حد تک تنزل پذیر ہے کہ اگر کوئی اہل دل انسان سخن اگر پر نظر کرنے والا ہو تو وہ چیخ اُٹھے گا کہ اس وقت مسلمانوں کی اصلاح اور درستی کیلیے بالضرور کوئی ایسا شخص آنا چاہیے جو اللہ تعالے سے شرف مکالمت رکھتا ہو اور اسی کام کیلیے مامور ہوا ہو - اگر دیکھے اخبار میں فرخ آباد سے کسی نامہ نگار نے ایک قطعہ تاریخ چھپوایا ہے جو اسنے اپنی تیسری لڑکی کے پیدا ہونے پر لکھا ہے یہ قطعہ تاریخ کیا ہے اچھا خاصہ نوحہ ہے جو اس تقریب پر کیا گیا ہے - وہ شعر جسمیں مادہ تاریخ ہے یہ ہے -

شیشۂ دل توڑنے کے واسطے
آن جا ہی تیسرا پتھر ہے

جس باپ کے خیالات اپنی معصوم بچی کی نسبت ایسے ہوں کون امید کر سکتا ہے کہ وہ باپ پوری غور و پرداخت اسکی تعلیم و تربیت کیلیے کرے گا -

ہمیں اس قطعہ کو پڑھکر نہایت صدمہ ہوا تھا اور ہمیں تعجب ہے کہ بجز بعض ذیل کے کسی مسلمانوں نے اسپر توجہ نہیں کی - یہ مسلمانوں کی اندرونی بگڑی ہوئی حالت کا ایک راز ہے جو کھل گیا ہے - اگر **قرآن** کریم پر نظر ہوتی اگر **آنحضرت** صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تبدیلی جاہلیت عرب کے اس قسم کے خیالات میں کی تھی اور نفرت ہوتی تو اس قسم کا شعر کسی نیک دل مسلمان اور تارک قلب مومن کے منہ سے ہرگز ہرگز نہ نکل سکتا - اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی اب وہی حالت ہوگئی ہے جو کسی زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کی تھی جسطرح اس جہالت کے دور کرنے کو خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تھا اسی طرح آج بھی وہی ضرورتیں پیش آگئی ہیں اور جبکہ وہی اسباب وہی ضرورتیں سامنے نظر آرہی ہیں وہی امراض دامنگیر ہیں تو کیا وجہ ہے کہ وہی نسخہ اور علاج اسوقت کارگر نہ ہو یا اسکی ضرورت نہ ہو؟ اللہ تعالیٰ نے اسوقت **وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ** کی جماعت کو پیدا کرنے والا امام بھیجا ہے جو اسی طرز اور نقش قدم پر چلنے والا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا - اور اسی لیے وہ سچے مستحق ہیں

غلام احمد

نتیجہ اسی رنگ میں تو ضرورۃ الامام کا مؤید ہے - لیکن ابھی ایک اور بات ہے جو ظاہر ہم لکھنا چاہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ یہ شخص اپنی لڑکی کا نام پتھر رکھتا ہے اور اسے شیشۂ دل کی توڑنے والی ٹھیرا تا ہے کیا اس سے اسکے خیالات پر روشنی نہیں پڑتی ؟ اگرچہ **دختر کشی کا قانون** لڑکیوں کی حفاظت کر رہا ہے اور یہ گورنمنٹ انگلشیہ کی برکات میں سے ہے مگر ہمیں اندیشہ ہوتا ہے کہ جو باپ اپنی لڑکی کے لیے ایسا خیال رکھتا ہے وہ اسکی مناسب غور و پرداخت میں سستی اور عدم توجہی ضرور کرے گا ایسے ان خیالات کو مد نظر رکھکر ہم چاہتے ہیں کہ مقامی حکام اس معصومہ کی نسبت مناسب نگہداشت کریں اور اسلامی یتیم خانوں کے منتظموں کو چاہیے کہ ایسے سنگدل باپ کو ایسی لڑکی کی پرورش سے سبکدوش کر دیں تاکہ اسکے شیشۂ دل کو اس معصومہ کو دیکھ دیکھکر ٹھیس نہ لگتی رہے - ایسے باپ سے کیا امید ہو سکتی ہے - وَاِذَا الْمَوْءٗدَۃُ سُئِلَتْ

تا سی کن زگلستان من بہار مرا

افسوس! صد افسوس!!

تضمین بر شعر حضرت اقدس علیہ السلام

ہے آرزو وہ منہ سے کہیں اپنا سخن آج
اعجاز عیسوی کا تماشا دکھائے آج
دلکو ہمارے محو تماشا بنائے آج
اور قادیاں میں لطف ہو کہ بلائے آج
دل کر رہا ہے ہوکے حزیں بلوا سے آج
کسکو کہیں کہ یار سے ہم کو ملائے آج

مالک ہوا ہے ہمارے وہی جسم و جان کا
احمد کہ ہے غلام اور آقا جہان کا
کوئی نہیں زمانہ میں اب اسکی شان کا
دلمیں ہمارے شوق ہے اب قادیان کا
دل کر رہا ہے ہوکے حزیں نالہ سا آج
کسکو کہیں کہ یار سے ہمکو ملائے آج

آوارہ عمر بھر میں پھرا ہوں کہاں کہاں
گلزار و بزم رقص بھی دیکھ ڈالے نیاں
اب دلمیں آرزو ہی رکھتا ہوں ناتواں
آنکھیں ہوں میری اور تری خاک آستاں
دل کر رہا ہے ہوکے حزیں نالہ سا آج
کسکو کہیں کہ یار سے ہمکو ملائے آج

دی کشش ہے اچھا لائے وہاں مجھے
اب ستاتا ہے سنت قادیاں مجھے
تسکین کچھ تو دیجیے بیچ زباں مجھے
بلوا لیجیے پاس امام جہاں مجھے
دل کر رہا ہے ہو کے حزیں ہائے ملے آج
کس کو کہیں کہ یار سے ہم کو ملائے آج

میں چاہتا تھا پہونچوں کسطرح قادیاں
الٹا اثر دعا کا ہوا میری ناگہاں
دور آپڑا ہوں اور رہا ہوں میں یہاں
پہونچا ہے قادیاں نہیں ہو ... جہاں
دل کر رہا ہے ہو کے حزیں ہائے ملے آج
کس کو کہیں کہ یار سے ہم کو ملائے آج

بیتاب ہوں جدا ہیں جو مسرور قادیاں
جنکو مسیح کرتے ہیں تحسین و آفریں
فرقت میں کسطرح ہو علاج دل حزیں
صبر و قرار و تاب میسر ذرا نہیں
دل کر رہا ہے ہو کے حزیں ہائے ملے آج
کس کو کہیں کہ یار سے ہم کو ملائے آج

عبد الکریم قوت بازو امام کے
ہیں فخر جبکہ امت خیر الانام کے
مونس ہیں جو مسیح علیہ السلام کے
فرقت میں انکی کہتا ہوں یہ دل کو تھام کے
صد بار رہا ہی ہو کے حزیں ہائے ملے آج
کس کو کہیں کہ یار سے ہم کو ملائے آج

یعقوب علی سے ملنے کا ہے اشتیاق اب
یہ زندگی فراق میں انکے ہے شاق اب
مجھکو ستا رہا ہے بہت کچھ فراق اب
ہوتا نہیں خوشی کا میاں اتفاق اب
دل کر رہا ہے ہو کے حزیں ہائے ملے آج
کس کو کہیں کہ یار سے ہم کو ملائے آج

رو رو کے وقت شب میں کہاں تک بکا کروں
طوفان اشک چشم سے کب تک بپا کروں
صدمہ بھلا فراق کے کب تک سہا کروں
قابو میں دل نہیں ہے اکبر میں کیا کروں
دل کر رہا ہے ہو کے حزیں ہائے ملے آج
کس کو کہیں کہ یار سے ہم کو ملائے آج

اکبر شاہ خان صاحب اکبر نجیب آبادی احمدی حال وارد بنگلور

کے واسطے ... شمال کیطرف ... اس جگہ دو باتیں بیان کرتا ہوں اول انجیل سے ثابت ہے کہ حضرت
اس سے آگے دیکھو کالم ...

حضرت اقدس کا ایک خط ایک انگریز کے نام

میرے پیارے دوست۔

آپ کی محبت اور اخلاص سے بھری ہوئی چٹھی پہونچی جس کے مضمون پر مطلع ہونے سے اور آپ کی خیر و عافیت کے پانے سے مجھے بہت خوشی حاصل ہوئی افسوس کہ میں بباعث نہ ملنے کسی انگریزی خواں کے کسی قدر دیر کے بعد اس چٹھی کو لکھتا ہوں میں تا تحریر خط ہذا ہر طرح سے معہ اہل و عیال خیریت سے ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ کو تمام دنیوی مکروہات اور آفتوں سے بچا کر اپنے خاص اور جاودانی رحمتوں سے متمتع فرماوے میرے دل میں دن بدن بوجہ آپ کی استقامت اور استقلال طبیعت اور غیر متبدل خلوص کے آپ کی محبت بڑھتی جاتی ہے اور میں ایسا خیال کرتا ہوں کہ آپ جیسا ایک یک رنگ دوست پانے سے میں نے ایک خزانہ پایا ہے اور ایک شہباز میرے قبضہ میں آیا ہے جس سے بڑے بڑے نیک نتیجوں کی امید رکھتا ہوں اور آپ کے لیے دعا کرتا ہوں کہ خداوند کریم روز بروز آپ کی محبت اور معرفت اور وفا اور ثبات اور استقلال اور استقامت میں آپ کو ترقی بخشے اور میرے دل سے آپ کے دلکو ایک کر دیوے اسلام سے آپ کا محبت رکھنا صاف دلالت کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے دلکو نہایت مستقیم اور سلیم پیدا کیا ہے اور ایک اجنبی قوم کے لیے آپ کو چراغ ہدایت بنانا چاہتا ہے کیونکہ وہ دین جو آئینہ عالم پر نظر ڈالکر اسکی پوری صورت ہم دیکھ سکتے ہیں وہ اسلام ہی ہے۔ اسلام کوئی نئی بات نہیں سکھاتا اور نہ کوئی نیا معبود پیش کرتا ہے اور نہ کوئی غیر طبعی اور اجنبی طریق نجات کا اس نے ایجاد کیا ہے اور نہ خدا تعالیٰ کے صفات کاملہ میں سے جنپر صحیفہ فطرت شہادت دے رہا ہے کچھ کم کرتا ہے اور نہ نالائق صفتیں اسکی طرف منسوب کرتا ہے بلکہ تعلیم قرآنی ان نقوش اور اشارات کی تفصیل کنندہ اور شارح اور یاد دلانے والی اور غلطی سے محفوظ رکھنے والی ہے جو خدا تعالیٰ کے افعال میں منقش ہیں قرآن شریف کی خوبیوں میں سے ایک بڑی خوبی یہی ہے کہ اسمیں ایک ذرہ تصنع اور بناوٹ کی بو نہیں پائی جاتی۔ انسان کے تمام قویٰ جو اسکی فطرت میں پائے جاتے ہیں وہ قرآنی تعلیم کے سامنے ایسے ہیں کہ گویا وہ ایک قالب ہے جو بالطبع اس روح کے لینے کے لیے تقاضا کر رہا ہے جو شخص اس دین کی پوری صورت دیکھ لیوے اور طبع سلیم رکھتا ہو تو میں خیال نہیں کر سکتا کہ وہ اس نعمت کے قبول کرنے سے محروم رہ جائے اسی غرض سے وہ رسالہ تالیف کیا گیا ہے جس کا ترجمہ آپ کی خدمت میں بھیجنا چاہتا ہوں افسوس کہ میں بباعث اپنی ان مجبوریوں کے جنکی تفصیل طول طلب ہے جلدی اپنے وعدہ کو پورا نہیں کر سکا اگر میں انگریزی خواں ہوتا تو یہ مشکلات مجھے نہ آتیں بہر حال امید رکھتا ہوں کہ اب میری دوسری چٹھی کوئی حصہ رسالہ کا ساتھ لیکر آپ کی خدمت میں پہونچے گی یہ نہیں وعدہ کر سکتا کہ کب تک مگر امید رکھتا ہوں کہ خداوند قادر مطلق کوئی بہت دیر اسمیں نہیں ڈالے گا خدا تعالیٰ آپ کے ساتھ ہے اور وہ دن لاوے کہ جیسے خط و کتابت کے ذریعہ سے ایک روحانی ملاقات حاصل ہو رہی ہے خارجی ملاقات سے بھی مسرور اور خوشحال ہو جاویں آمین

والسلام
آپ کا مخلص دوست غلام احمد
قادیان ضلع گورداسپور

تعبیر الرؤیا

مکرمی اڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ ۱۰ رجون ۱۹۰۶ء کے اخبار الحکم میں مولوی محمد فضل خان صاحب چنگوی نے ایک اپنا رؤیا و اسکی تعبیر لکھا ہے اور اخبار میں تعبیر الرؤیا کے لیے ایک کالم کھولنے کے واسطے تحریک کی ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ علم تعبیر الرؤیا ایک نہایت ہی ضروری اور مفید علم ہے اور قوم میں اس کا مذاق پیدا کرنا کئی ایک مشکلات کے حل کا موجب ہو سکتا ہے۔ یہ علم انبیاء علیہم السلام کو بطور موہبت الٰہی عطا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں حضرت یوسف پر اپنا احسان کے درمیان وَعَلَّمَكَ مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ بھی بیان فرمایا ہے۔ اور حدیث میں خواب کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ بیان کیا گیا ہے۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب نے کتب تعبیر الرؤیا کو کتب تفاسیر القرآن میں شامل فرمایا کہ تم بھی ... اور انبیاء کے حالات اور اقوال کی کتب کی تفسیر ...

عیسیٰ نے جب وہ کوئی تیس سال کی عمر کے تھے یوحنا کو جا پکڑا اور طلب دیا ... اس کے ہاتھ پر اپنے گناہوں سے توبہ کر کے تقدمہ موسوی کے مطابق دریا میں غسل کیا تب انپر ایک کشفی حالت طاری ہوئی اور انہیں ایک کبوتری نظر آئی جو انپر اتری۔ اب یہ ایک رؤیا تھا اور کتب تعبیر الرؤیا میں ہم نے پڑھا ہے کہ جو کوئی خواب میں کبوتری کو دیکھتا ہے اسکی اولاد ... بعد ... ہو جائیگی۔ سو دیکھنا چاہیے کہ مسیح کا رؤیا کیسا سچا ہوا کہ اسکی اولاد (امتیوں) نے اسکو خدا بنایا۔ وہ جو اسکو نیک کہنے والے سے لڑنے لگتا اسکو عرش پر بٹھایا گیا۔ سبحان اللہ۔

دوم نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے کہ مسیح موعود میری قبر میں دفن ہوگا جسکی تعبیر ہے کہ مسیح موعود کی نبی کریم کے ساتھ بسبب کمال اتباعت اور صفت کی کمال یگانگت ہوگی ایسا کہ ہر دو کا جینا اور مرنا گویا ایک ہی رنگ کا ہوگا ... محمد و احمد مسیح زماں۔ غرض یہ علم ایک ضروری روحانی علم ہے لیکن اخبار میں ایسے مستقل کالم کھولنے میں ایک اور مشکل کا سامنا ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ خواب کی تعبیر بہت مشکل امر ہے بسا اوقات آدمی کچھ سمجھتا ہے اور ہوا اور نکلے وقت کچھ اور نکل آتا ہے اور دوسرے ایک ابتلا کا خوف ہے۔ حضرت اقدس کی خدمت میں بھی لوگ اپنی خوابیں پیش کیا کرتے ہیں مگر بہت ہی کم ایسا ہوتا ہے کہ آپ کچھ بھی تعبیر کریں۔ بعض دفعہ ... ہر ایک شخص اس قابل نہیں ہوتا کہ آدمی اسکے آگے اپنی خواب تعبیر کیواسطے پیش کرے اور جناب کے کالم سب کیلئے کھلے رہیں۔ سوم سب خوابیں بھی اس لائق نہیں ہوتیں کہ انکی عام اشاعت کی جاوے۔ جو صاحب اس کالم کے کھولنے کے متعلق اپنی رائے لکھنا چاہیں وہ ان باتوں پر ضرور غور کریں۔ چونکہ مولوی صاحب اپنا خواب اخبار میں درج فرما چکے ہیں اور ساتھ میں انکی تعبیر جو میری سمجھ میں آئی ہے بیان کر دیتا ہوں۔ مولوی صاحب نے دیکھا ہے کہ کسی نے پانسو پونڈ کی رقم روانہ کی مگر انھوں نے صرف فارم دیکھا ہے رقم نہیں دیکھی۔ پونڈ سونے کا ہوتا ہے اور سونا خواب میں اچھا نہیں ہوتا کیونکہ اس کی مراد ہم و غم ہے ... سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کیلئے کچھ ہم و غم کا سامان کہیں بنا ہے لیکن مولوی صاحب نے رقم نہیں دیکھی صرف فارم دیکھا ہے۔ فارم انگریزی لفظ ہے اور اسکے معنی ہیں شکل و صورت۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے لیے غم و ہم کی صورت تو پیدا ہوگی مگر اصل واقعہ جو ہم و غم کا ہے وہ اللہ تعالیٰ ان تک نہ پہونچنے دیگا۔ پھر مولوی صاحب نے پونڈ دیکھی رقم کو ضرب دی ضرب پانچ کا ایک عدد ہے۔ اسمیں اشارہ ہے کہ مولوی صاحب اس ہم و غم سے بچنے کے لیے کچھ ریاضت کریں یعنی دعا استغفار توبہ توجہ الی اللہ میں مصروف ہوں اور ضرب اصطلاح صوفیہ میں ریاضت کا نام ہے جیسا کہ لا الٰہ الا اللہ کی ضرب لگائی جاتی ہے۔ تیسرے ... پانچ ...

... رقم لگنے سے وہ پونڈ قریبا ۷۰ گنا ہو کر روپے بن جائینگے سونا چاندی کا ہے اور چاندی کا دیکھنا دنیا میں بہت عمدہ ہے یعنی وہ ہم و غم مبدل براحت و آرام ہو جاوے گا ... خواب ...
... کسی آئینہ دیکھ کر ... سامان بنا ... انجام اس خواب کا نیک ہے ... یہی سمجھ سکا ہوں اسکی تعبیر ... [illegible] والعلم عند اللہ بالصواب۔ محمد صادق۔ قادیان ۱۰ رجون ۱۹۰۶ء

مسیح موعود کی تعلیم

گذشتہ اشاعت سے آگے

اگر یہ عذر نہ تھا تو مرنے میں ہمارے رسول کی بے عزتی تھی سو تم نہ اہل سنت ہو نہ اہل قرآن جب تک عیسیٰ کی موت کے قائل نہ ہو۔ اور میں حضرت عیسیٰ کی شان کا منکر نہیں گو خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے لیکن تاہم میں مسیح ابن مریم کی بہت عزت کرتا ہوں کیونکہ میں روحانیت کی رو سے اسلام میں خاتم الخلفاء ہوں جیسا کہ مسیح ابن مریم اسرائیلی سلسلہ کے لیے خاتم الخلفاء تھا موسیٰ کے سلسلہ میں ابن مریم مسیح موعود تھا اور محمدی سلسلہ میں میں مسیح موعود ہوں سو میں اسکی عزت کرتا ہوں جس کا ہمنام ہوں اور مفسد اور مفتری ہے وہ شخص جو مجھے کہتا ہے کہ میں مسیح ابن مریم کی عزت نہیں کرتا۔ بلکہ مسیح تو مسیح میں تو اس کے چاروں بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں کیونکہ پانچوں ایک ہی ماں کے بیٹے ہیں نہ صرف اسی قدر بلکہ میں تو حضرت مسیح کی دونوں حقیقی ہمشیروں کو بھی مقدسہ سمجھتا ہوں کیونکہ یہ سب بزرگ مریم بتول کے پیٹ سے ہیں اور مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا پھر بزرگان قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کر لیا گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم عین حمل میں نکاح کیونکر ہو گیا اور بتول ہونے کے عہد کو کیوں ناحق توڑا گیا اور تعدد ازدواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی یعنی باوجود یوسف نجار کی پہلی بیوی ہونے کے پھر مریم کیوں راضی ہوئی کہ یوسف نجار کے نکاح میں آوے مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آ گئیں اس صورت میں وہ لوگ قابل رحم تھے نہ قابل اعتراض۔

ان سب باتوں کے بعد میں کہتا ہوں کہ یہ مت خیال کرو کہ ہم نے ظاہری طور پر بیعت کر لی ہے ظاہر کچھ چیز نہیں خدا تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور اسی کے موافق تم سے معاملہ کریگا دیکھو میں یہ کہکر فرض تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ گناہ ایک زہر ہے اسکو مت کھاؤ۔ خدا کی نافرمانی ایک گندی موت ہے اس سے بچو دعا کرو تا تمہیں طاقت ملے جو شخص دعا کے وقت خدا کو ہر ایک بات پر قادر نہیں سمجھتا بجز وعدہ کی مستثنیات کے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص دنیا کے لالچ میں پھنسا ہوا ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم نہیں رکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص پورے طور پر ہر ایک بدی سے اور ہر ایک بدعملی سے یعنی شراب سے قماربازی سے بدنظری سے اور خیانت سے رشوت سے اور ہر ایک ناجائز تصرف سے توبہ نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دعا میں لگا نہیں رہتا اور انکسار سے خدا کو یاد نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص بدرفیق کو نہیں چھوڑتا جو اس پر بداثر ڈالتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور معروفہ میں جو خلاف قرآن نہیں ہیں انکی بات کو نہیں مانتا اور انکی تعہد خدمت سے لاپروا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص اپنی اہلیہ اور اسکے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ہمسایہ کو ادنیٰ ادنیٰ خیر سے بھی محروم رکھتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصوروار کا گناہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے ہر ایک مرد جو بیوی سے یا بیوی خاوند سے خیانت سے پیش آتی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو شخص اس عہد کو جو اس نے بیعت کے وقت کیا تھا کسی پہلو سے توڑتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص مجھے فی الواقع مسیح موعود و مہدی معہود نہیں سمجھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ اور جو شخص امور معروفہ میں میری اطاعت کرنے کے لیے طیار نہیں ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے اور جو شخص مخالفوں کی جماعت میں بیٹھتا ہے اور انکی ہاں میں ہاں ملاتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک زانی۔ فاسق۔ شرابی۔ خونی۔ چور۔ قمارباز۔ خائن۔ مرتشی۔ غاصب۔ ظالم۔ دروغگو۔ جعلساز اور انکا ہمنشین اور اپنے بھائیوں اور بہنوں پر تہمتیں لگانے والا جو اپنے افعال شنیعہ سے توبہ نہیں کرتا اور خراب مجلسوں کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے یہ سب زہریں ہیں تم ان زہروں کو کھا کر کسی طرح بچ نہیں سکتے اور تاریکی اور روشنی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی۔ ہر ایک جو پیچ در پیچ طبیعت رکھتا ہے اور خدا کے ساتھ صاف نہیں ہے وہ اس برکت کو ہرگز نہیں پا سکتا جو صاف دلوں کو ملتی ہے کیا ہی خوش قسمت وہ لوگ ہیں جو اپنے دلوں کو صاف کرتے ہیں اور اپنے دلوں کو ہر ایک آلودگی سے پاک کر لیتے ہیں اور اپنے خدا سے وفاداری کا عہد باندھتے ہیں کیونکہ وہ ہرگز ضائع نہیں کیے جائیں گے ممکن نہیں کہ خدا انکو رسوا کرے کیونکہ وہ خدا کے ہیں اور خدا ان کا وہ ہر ایک بلا کے وقت بچائے جائینگے احمق ہے وہ دشمن جو ان کا قصد کرے کیونکہ وہ خدا کی گود میں ہیں اور خدا انکی حمایت میں۔ کون خدا پر ایمان لایا؟ صرف وہی جو ایسے ہیں۔ ایسا ہی وہ شخص بھی احمق ہے جو ایک بیباک گنہگار اور بدزبان اور خبیث النفس کے فکر میں ہے کیونکہ وہ خود ہلاک ہوگا۔ جب سے خدا نے آسمان اور زمین کو بنایا کبھی ایسا اتفاق نہ ہوا کہ اس نے نیکوں کو تباہ اور ہلاک اور نیست و نابود کر دیا ہو بلکہ وہ انکے لیے بڑے بڑے کام دکھلاتا رہا ہے اور اب بھی دکھلائے گا وہ خدا نہایت وفادار خدا ہے اور وفاداروں کے لیے اسکے عجیب کام ظاہر ہوتے ہیں دنیا چاہتی ہے کہ انکو کھا لے اور ہر ایک دشمن ان پر دانت پیستا ہے مگر وہ جو انکا دوست ہے ہر ایک ہلاکت کی جگہ سے انکو بچاتا ہے اور ہر ایک میدان میں انکو فتح بخشتا ہے۔ کیا ہی نیک طالع وہ شخص ہے جو اس خدا کا دامن نہ چھوڑے۔ ہم اس پر ایمان لائے ہم نے اسکو شناخت کیا۔ تمام دنیا کا وہی خدا ہے جس نے میرے پر وحی نازل کی جس نے میرے لیے زبردست نشان دکھلائے جس نے مجھے مسیح موعود کر کے بھیجا اسکے سوا کوئی خدا نہیں نہ آسمان میں نہ زمین میں جو شخص اس پر ایمان نہیں لاتا وہ سعادت سے محروم اور خذلان میں گرفتار ہے ہم نے اپنے خدا کی آفتاب کی طرح روشن وحی پائی ہم نے اسے دیکھ لیا کہ دنیا کا وہی خدا ہے اس کے سوا کوئی نہیں کیا ہی قادر اور قیوم خدا ہے جس کو ہم نے پایا کیا ہی زبردست قدرتوں کا مالک ہے جسکو ہم نے دیکھا سچ تو یہ ہے کہ اسکے آگے کوئی بات انہونی نہیں مگر وہی جو اسکی کتاب اور وعدہ کے برخلاف ہے سو جب تم دعا کرو تو ان جاہل نیچریوں کی طرح نہ کرو جو اپنے ہی خیال سے ایک قانون قدرت بنا بیٹھے ہیں جس پر خدا کی کتاب کی مہر نہیں کیونکہ وہ مردود ہیں ان کی دعائیں ہرگز قبول نہیں ہونگی وہ اندھے ہیں نہ سوجاکھے وہ مردے ہیں نہ زندے خدا کے سامنے اپنا تراشیدہ قانون پیش کرتے ہیں اور اسکی بے انتہا قدرتوں کی حد بست ٹھیراتے ہیں اور اسکو کمزور سمجھتے ہیں سو ان سے ایسا ہی معاملہ کیا جائے گا جیسا کہ انکی حالت ہے۔ لیکن جب تو دعا کے لیے کھڑا ہو تو تجھے لازم ہے کہ یہ یقین رکھے کہ تیرا خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے تب تیری دعا منظور ہوگی اور تو خدا کی قدرت کے عجائبات دیکھے گا جو ہم نے دیکھے ہیں اور ہماری گواہی رویت سے ہے نہ بطور قصہ کے۔ اس شخص کی دعا کیونکر منظور ہو اور خود کیونکر اسکو بڑی مشکلات کے وقت جو اسکے نزدیک قانون قدرت کے مخالف ہیں دعا کرنے کا حوصلہ پڑے جو خدا کو ہر ایک چیز پر قادر نہیں سمجھتا مگر اے سعید انسان تو ایسا مت کر تیرا خدا وہ ہے جس نے بیشمار ستاروں کو بغیر ستون کے لٹکا دیا اور جس نے زمین و آسمان کو محض عدم سے پیدا کیا کیا تو اس پر بدظنی رکھتا ہے کہ وہ تیرے کام میں عاجز آ جائے گا۔ بلکہ تیری ہی بدظنی تجھے محروم رکھے گی ہمارے خدا میں بے شمار عجائبات ہیں مگر وہی دیکھتے ہیں جو صدق اور وفا سے اسکے ہو گئے ہیں وہ غیروں پر جو اسکی قدرتوں پر یقین نہیں رکھتے اور اسکے صادق وفادار نہیں ہیں وہ عجائبات ظاہر نہیں کرتا کیا بدبخت وہ انسان ہے جسکو اب تک یہ پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اسکو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے ملے۔ اے محرومو اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کریگا یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں۔ کس دف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لیے لوگوں کے کان کھلیں۔

اگر تم خدا کے ہو جاؤ گے تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہارا ہی ہے تم سوئے ہوئے ہو گے اور خدا تعالیٰ تمہارے لیے جاگے گا تم دشمن سے غافل ہو گے اور خدا اسے دیکھے گا اور اسکے منصوبے کو توڑے گا۔ تم ابھی تک نہیں جانتے کہ تمہارے خدا میں کیا کیا قدرتیں ہیں اور اگر تم جانتے تو تم پر کوئی ایسا دن نہ آتا کہ تم دنیا کے لیے سخت غمگین ہو جاتے ایک شخص جو ایک خزانہ اپنے پاس رکھتا ہے کیا وہ ایک پیسہ کے ضائع ہونے سے روتا ہے اور چیخیں مارتا ہے اور ہلاک ہونے لگتا ہے پھر اگر تمکو اس خزانہ کی اطلاع ہوتی کہ خدا تمہارا ہر ایک حاجت کے وقت کام آنے والا ہے تو تم دنیا کے لیے ایسے بے خود کیوں ہوتے خدا ایک پیارا خزانہ ہے اسکی قدر کرو کہ وہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا مددگار ہے تم بغیر اسکے کچھ بھی نہیں اور نہ تمہارے اسباب اور تدبیریں کچھ چیز ہیں۔ غیر قوموں کی تقلید نہ کرو کہ جو بکلی اسباب پر گر گئی ہیں اور جیسے سانپ مٹی کھاتا ہے انہوں نے سفلی اسباب کی مٹی کھائی اور جیسے گدھ اور کتے مردار کھاتے ہیں انہوں نے مردار پر دانت مارے وہ خدا سے بہت دور جا پڑے انسانوں کی پرستش کی اور خنزیر کھایا اور شراب کو پانی کی طرح استعمال کیا اور حد سے زیادہ اسباب پر گرنے سے اور خدا سے قوت نہ مانگنے سے وہ مر گئے اور آسمانی روح ان میں سے ایسی نکل گئی جیسا کہ ایک گھونسلہ سے کبوتر پرواز کر جاتا ہے

مراسلات

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیارا پنجابی ہے ہر سُو مہدی کی زمان میں
گر کوئی جسکی چاہت ہو ہر پیر و جوان میں

امام وقت کو آ دیکھ چھوڑ خواب تو جہان میں
نہ رک جائیگی کچھ تیری زبان اور مہربان میں
چہ گویم باز گر آئی چہ باور قادیان ہیں
دوا ہیں شفا ہیں غرض دارالامان ہیں

اگر دل میں ترے شوق بہار باغ جنت ہو
جو تو چاہے کہ دل ہو دور تیرے رنج و کلفت ہو
تو آ کر امام وقت کی بے شبہ بیعت ہو
جہان دونون جہان کی تجھ کو حاصل خیر و برکت ہو
چہ گویم باز گر آئی چہ باور قادیان ہیں
دوا ہیں شفا ہیں غرض دارالامان ہیں

جہان پر نحوست مثل فاروق و ابوبکر
نہ پاو خالق اکبر سے غافل کوئی دم ہو کر
اگر قہر و غضب کا ہی خدا کا تجھے ڈر ہو
تو آ تو اس جگہ امن و امان کا بے گمان گھر ہو
چہ گویم باز گر آئی چہ باور قادیان ہیں
دوا ہیں شفا ہیں غرض دارالامان ہیں

تعجب ہے دیکھ تو تیر مہدی تو نے پہچانی
نہ قوت و نعمت و عظمت امام وقت کی جانی
غرض مہلت کے لازم ہے تجھے بیشک و آسانی
تو کر عزم سفر اب کیا مگر ہے تن آسانی
چہ گویم باز گر آئی چہ باور قادیان ہیں
دوا ہیں شفا ہیں غرض دارالامان ہیں

اگر تو درد دل کو چاہتا ہے کہ اچھا ہو
ترے سینہ میں بیجا معرفت کا ایک دریا ہو
تو سب کچھ چھوڑ کر اکبر ادھر کو تو روانہ ہو
بتاوں کیا کہ حاصل اس جگہ پر تجھکو کیا کیا ہو
چہ گویم باز گر آئی چہ باور قادیان ہیں
دوا ہیں شفا ہیں غرض دارالامان ہیں

راقم
اکبر شاہ خان احمدی نجیب آبادی

ضروری اطلاع

خط و کتابت کرنیوالی اصحاب باوجود بار بار خواہش کرنے کے نمبر خریداری تحریر کرنے میں تساہل کر جاتے ہیں جس سے تعمیل میں دقت پیش آتی ہے اور جواب نہیں دیا جاتا۔ (منیجر)

حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام و پیر مہر علی شاہ گولڑی۔

جیسا کہ یہودی علماء پہچان چکے تھے کہ محمد رسول اللہ صلعم اپنے دعوے نبوت میں سچے و راستی پر ہیں مگر علمائے اہل کتاب بہ دنیاوی ننگ و ناموس۔ جاہ و جلال میں کمی آنے سے دلی اعتقاد ظاہر نہیں کرتے تھے اور اس راستبازوں کے سردار سے لوگوں کے سامنے نفرت ظاہر کرتے تھے ویسا ہی آجکل کے اکثر علماء و سجادہ نشین حضرت اقدس امام الزمان مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام سے بظاہر منکر ہو کر کنارہ کشی کر رہے ہیں۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ ہر دو گروہ کی اندرونی حالت کا نقشہ قرآن کریم میں کھینچکر بتاتا ہے۔ الذین اٰتینٰھم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم وان فریقا منھم لیکتمون الحق وھم یعلمون۔ یعنی وہ لوگ جن کو ہم نے اپنی کتاب کا علم دیا ہے وہ پیغمبر خدا کو ایسا پہچانتے ہیں جیسا کوئی اپنے بیٹوں کو پہچان لیتا ہے اور بے شک اہل کتاب میں سے ایک گروہ سچ بات کو جان بوجھکر چھپا رہا ہے۔

کچھ عرصہ ہوا برادرم بابو فیروز علی صاحب اسٹیشن ماسٹر ہاکسوال نے میرے آگے زبانی بھی ذکر کیا اور ایک خط میں مندرجہ ذیل بیان حلفاً لکھا ہے جو بجنسہ بیان درج کیا جاتا ہے۔

اللہ جلشانہ کیواسطے ایک سچی شہادت۔ بندہ غالباً سنہ ۹۹ یا ۱۹۰۰ء میں جن دنون میں بمقام اسٹیشن گولڑہ متعینات تھا اوس وقت میں سائیں پیر مہر علیشاہ کے مریدوں میں سے تھا۔ ایک توشک خانہ کا چپراسی جو باشندہ گجرات کا تھا جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا گو وہ حضرت اقدس سے خادمانہ تعلق نہیں رکھتا تھا لیکن مداح تھا اُس سے میں نے جب حضرت اقدس امام الزمان مسیح موعود کی تعریف سنی اور کچھ مجمل طور پر دعویٰ مسیحیت کی بابت سنا تو میں نے گولڑہ میں جا کر پیر مذکور نے مفصلہ ذیل الفاظ بیان کئے جو بطور حلفی شہادت کے میں ارقام کرتا ہوں۔

پیر مہر علیشاہ کے الفاظ۔

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بعض مقامات منازل سلوک میں ایسے ہیں کہ وہان اکثر بندگان خدا پہنچکر مسیح اور مہدی بن جاتے ہیں بعض اون کے ہمرنگ ہو جاتے ہیں۔ یہ میں نہیں کہہ سکتا آیا یہ شخص (یعنے حضرت اقدس) منازل سلوک میں اوس مقام پر ہے یا حقیقتاً وہی مہدی ہے جس کا وعدہ جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس امت سے کیا ہے۔ مذاہب باطلہ کیواسطے یہ شخص شمشیر برّان کا کام کر رہا ہے اور یقیناً تائید یافتہ ہے۔ انتہیٰ۔

مذکورہ بالا بیان پیر صاحب گولڑی کا ہے جو انہوں نے بابو فیروز علی کے روبرو کیا۔ اگر پیر مہر علیشاہ کا یہ اعتقاد نہیں تھا یا آجتک اون کا دلی اعتقاد یہ نہیں ہے جو انہوں نے کئی دفعہ اپنے مریدوں کے روبرو بیان کیا تو ایک اشتہار اسی قسم کا شائع کر دیں کہ خداوند تعالیٰ نے جھوٹے کو پہلے موت دے بس جلدی فیصلہ ہو جائیگا۔

راقم
خاکسار محمد فضل احمدی چنگوی بمقام چنگا تحصیل گوجرخان

چند سوالات از علماء و مجتہدین اہل تشیع

۱۔ کیا یہ قرآن مجید جو اس وقت ہمارے سامنے ہے کامل مکمل بے کم و بیشی و بے نقص وہی قرآن ہے جو محمد صلعم پر نازل ہوا اور کل ضروریات دینی و دنیوی کا مشتمل ہے۔
۲۔ حدیث نبوی کہاں تک واجب التسلیم ہے اور اس کا معیار صحت کیا ہے۔
۳۔ اگر حدیث معارض قرآن مجید ہو تو عمل کس پر ہوگا
۴۔ شیعہ صاحبان اپنے آپ کو دیگر فرقہ ہائے اسلام کے سامنے کن دلائل و براہین فرقان حمید کی رو سے اقرب الحق اور ناجی قرار دیتے ہیں
۵۔ یہ اصول دین یعنے توحید، عدل، نبوت، امامت، معاد کس نے وضع کئے ہیں اور کب اور ان میں باہمی کیا ربط ہے۔
۶۔ صفات اللہ میں سے خاصکر صفت عدل کیوں دوسرا اصل مقرر کیا گیا ہے۔
۷۔ نبوت کے اقسام از روئے لغت و شریعت کیا ہیں۔
۸۔ امامت کے معنے از روئے لغت و شریعت مع اقسام۔
۹۔ رسول، نبی، امام، ان میں کیا فرق ہے۔
۱۰۔ امامت کے اندر ایسا انقطاع ہوتا ہے جیسا کہ نبوت میں اگر نہیں تو منکر امام کی موت موت جاہلیت کیوں قرار دیگئی ہے۔
۱۱۔ منصب امامت مثل منصب نبوت وہبی ہے یا نہ۔
۱۲۔ تعداد آئمہ کی دلیل کتاب اللہ سے کیا ہے۔
۱۳۔ اگر آئمہ علیہم السلام منصوص من اللہ ہیں تو ہر ایک امام کے متعلق نص پیش کی جاوے نیز اس بات کے لئے کہ امامت ایک ہی خاندان سے مخصوص ہے۔
۱۴۔ آئمہ علیہم السلام پر کن امور کے متعلق وحی ہوتی تھی۔
۱۵۔ حدیث امام اور حدیث نبوی صلعم میں تعارض ہو تو کیا کرنا چاہئیے۔
۱۶۔ حضرات آئمہ کی دعوت کو اہل زمانہ نے کیوں قبول نہ کیا اور اپنے اسی وقت میں ان کو کہاں تک کامیابی حاصل ہوئی۔
۱۷۔ محمد مصطفےٰ خاتم النبیین میں تو ختم نبوت اور تکمیل دین کے بعد امامت کی ضرورت ہی کیا ہے۔
۱۸۔ اور اگر ضرورت ہے تو اہل اسلام کی موجودہ حالت اور زمانہ کی ضرورت امام کو چاہتی ہے یا نہ۔
۱۹۔ کیا آئمہ علیہم السلام غیب کی خبریں قبل از وقت خداوند سے علم پاکر مبایعین کو سنایا کرتے تھے۔ اور کبھی کوئی خبر پوری ہوئی اس کی کوئی نظیر ہے۔
۲۰۔ مامورانِ الٰہی کی شناخت کا کوئی معیار الہامی کتابوں میں رکھا گیا ہو۔ اگر ہو تو اسکی تشریح۔
۲۱۔ امام المنتظر صاحب کب اور کہاں اور کس غرض کیلئے پیدا ہوئے تھے کب اور کس جگہ سے کتنی عمر میں غائب ہوئے تھے اور اس غیبت سے کیا فائدہ ہوا کسی شخص کو خاص خدمت اور خاص وقت کے لئے مخفوظ کر رکھنے کی کوئی نظیر ہے۔
۲۲۔ امام مہدی صاحب کہاں ہیں زمانے کے زیر اثر اور لوازم بشریت کو بالکل ترک فرما رہے۔
۲۳۔ امام مہدی صاحب کب تک ظہور فرماوینگے اور ظاہر ہو کر کیا کرینگے۔ کوئی پیشگوئی دو۔
۲۴۔ امام مہدی صاحب آئمہ قبل کے گیارہ اماموں سے افضل ہوں گے۔
۲۵۔ تنازعہ حیات اور وفات مسیح ابن مریم کے پیش ہونے پر قرآن نے کیا فیصلہ دیا ہے۔
۲۶۔ کیا کوئی شخص مسلمان کہلا کر حضرت مسیح ابن مریم کو بھی خالق حی قیوم مان سکتا ہے۔
۲۷۔ اگر مسیح ابن مریم مانند دیگر انبیاء علیہم السلام کے فوت ہو چکے ہیں تو مسیح کی آمد ثانی کے متعلق اخبار و آثار کے کیا معنے ہو سکتے ہیں۔
۲۸۔ مسیح ابن مریم اس امت میں اگر آیا کریگا اور وہ امام مہدی صاحب سے افضل ہوگا یا نہ۔
۲۹۔ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید نے کیوں مثیل موسیٰ قرار دیا ہے۔
۳۰۔ آیہ استخلاف میں جو خلفائے محمدیہ کو مثیل خلفائے موسویہ بیان کیا گیا ہے۔ اس مماثلت کے کیا معنے ہیں۔

راقم
محمد رمضان علی بن ملا محمد عبد الرزاق۔

۴ پیر مذکور سے دربارہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام استفسار کیا کہ آپ کا حضرت مرزا صاحب کے بارے میں کیا خیال ہے جس کے جواب میں ۵

نورالدین پر ریویو

نمبر ۵

نمبر ۴ میں ہم نے فاضل مصنف کا اپنا **ریویو** نورالدین پر دیا ہے۔ جس میں اوّلاً نہایت ہی لطیف پیرایہ میں مصنف نے کتاب میں بعض بیہا پن کی اغلاط کے رہ جانے کا ذکر کیا ہے۔ پھر ضمناً علامہ موصوف نے **تعلیم الاسلام** کالج قادیان کے مدرسین کو توجہ دلائی ہے کہ وہ خدمت دین کیلئے اہل قلم بنیں اور پیرایہ ایک عجیب رنگ میں عقائد صحیحہ کو پیش کیا ہے! الفاظ دگرگون کر کے اپنا مذہب بنا دیا ہے اور پھر **نورالدین** کے مصنف نے اس ریویو میں ان امور پر بحث کی ہے جو ہمارے **ریویو** کا چوتھا اور پانچواں جزو تھا یعنی نورالدین متکلم کی نظر میں زمانہ حال کی ضرورت کیوا سطے اور کون سی کتابیں موجود ہیں۔ اب ہم ریویو کے اس نمبر میں چھٹے حصہ پر کچھ لکھیں گے یعنے نورالدین کے

مضامین کی تلخیص اور نورالدین کی خصوصیت

نورالدین کی پہلی چار جزوں میں ۱۲ **فقروں** پر مشتمل ایک بیان لکھا گیا ہے **فقرہ اول میں اسلام** کے لفظ میں جو عظیم الشان پیشگوئی ہے اس کو فلسفیانہ رنگ میں پیش کیا ہے۔ اور اس طرز پر اس پیشگوئی کو **اپنے لائیز** کیا ہے کہ ایک دہریہ اور نیچریت کو بھی ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ یہ پیشگوئی قرآن کریم کی صداقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور اسلام کی حقانیت پر ایک روشن دلیل ہے۔ شروع کتاب میں اس فقرہ کے اندراج سے ہی نورالدین کے مصنف نے دکھایا ہے کہ **اسلام** ایک ایسا بیّن اور واضح **مذہب** ہے کہ اسکی سچائی پر مزید دلائل اور براہین کی حاجت ہی نہیں۔ پھر اس فقرہ میں قرآن کریم کی ابدی حفاظت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا وعدہ ہے فتن و حوادث سے محفوظ رہنے کی مشکوٰۃ نبوت پر ایک لطیف بحث کی ہے اگر **تارک** کی ساری کتاب کے جواب میں صرف یہی ایک فقرہ لکھا جاتا تو بھی ہماری رائے میں کافی جواب تھا۔ پھر اس فقرہ کے آخری حصہ میں فاضل مصنف نے جہاں ایک طرف جہاد کی **حقیقت** پر روشنی ڈالی ہے وہاں زمانہ حال کی علمی جنگ کی تاریخ لکھ ڈالی ہے۔ اور اس اعتراض کا کافی جواب دیا ہے جو بعض ناواقف اور نادان مسلمانوں کیطرف سے کیا جاتا ہے کہ حضرت احمد مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آریوں اور مسیحیوں کو اسلام کو گالیاں دلائی ہیں۔ فقرہ نمبر اول کے اس حصہ میں صفائی کیساتھ دکھایا گیا ہے کہ جسطرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں دفاعی جنگ کرنی پڑی تھی۔ اسیطرح پر اس زمانہ میں مسیحیوں اور آریوں نے اسلام پر حملے کرنے میں ابتدا کی ہے اور ہم نے جو کچھ لکھا ہے دفاعی طور پر لکھا ہے۔

اس کے بعد چونکہ **آریہ سماج** کے بالمقابل یہ کتاب لکھی ہے اس کے فاضل مصنف نے مذہبی مناظرہ میں خود دیانندجی آریہ سماج کے بانی مبانی کی کتابوں سے اصول مناظرہ کو پیش کیا ہے۔ ان اصولوں کو پیش کرنے سے مصنف کی غرض و غایت یہ معلوم ہوتی ہے کہ **تارک اسلام** کو دکھایا ہے کہ اس نے اسلام پر اعتراض کرنے میں **دیانندجی** کے مجوزہ قواعد مناظرہ کو بھی ترک کر دیا ہے (اگرچہ خود **دیانندجی** نے ان اصولوں کو ترک کیا ہے)

ان اصولوں کے بیان کرنے میں ہی نورالدین کے مصنف نے تارک کی ساری کتاب کا قلع قمع کر دیا ہے۔

چونکہ تارک اسلام اور دوسرے معترضین اسلام نے قرآن شریف پر اپنی کم سمجھی یا عناد کی وجہ سے حملے کئے ہیں اس لئے فاضل مصنف نے عام لوگوں کے فائدہ کیلئے قرآن کریم کو فہم کے واسطے **چودہ** اصول بیان کر دیئے ہیں جن کو مدنظر رکھ کر اگر قرآن کریم کا ترجمہ کیا جاوے اور اس پر غور کی جاوے تو کوئی اعتراض پیدا ہی نہیں ہوتا۔ ان اصولوں کو بیان کرنے کے بعد خود مصنف کہتا ہے کہ اگر وہ ہر حال میں یہ لحاظ رکھتا کہ خدا کی عظمت و جبروت کو مدنظر رکھتا اور اپنے تئیں اس امر کا پابند کرتا کہ لغت عرب کے مختلف معانی سے جو ایک لفظ کے لئے ہوں اور وہ لغت سے ثابت ہوں وہی معنے کئے جاویں تو اس قاعدہ سے اس کو چنتیس سوالات ترک اسلام کا جواب کیدم مل سکتا تھا۔

یعنے نمبر ۱ و ۲ و ۱۰ و ۱۳ و ۱۴ و ۱۸ و ۲۱ و ۲۲ و ۲۴ و ۳۰ و ۳۲ و ۳۳ و ۳۴ و ۳۸ و ۳۹ و ۴۶ و ۴۸ و ۴۹ و ۵۰ و ۵۱ و ۵۷ و ۶۵ و ۶۸ والے و ۷۸ و ۸۴ و ۸۸ و ۸۹ و ۹۰ و ۹۱ و ۹۴ و ۹۵ و ۹۶ و ۱۱۱ و ۱۱۳ و ۱۱۵

اس **فقرہ** کے خاتمہ میں آریہ سماج کی عام تحقیقات پر ایک پولیٹیشن کی نظر سے فاضل مصنف نے نظر کی ہے اور ساتھ ہی ایک سنجیدہ مذاق کے رنگ میں **آریہ مذہب** کو سفون کر گرایا ہے۔ اور وید وں کے تراجم و تفاسیر کے غیر معتبر ہونے کو ثابت کیا ہے۔ چنانچہ وہ آخر کار پیرا گراف اس فقرہ کو اسطرح پر ختم کیا ہے اور اپنے الفاظ میں اعتراضوں کو یوں بیان کر لیں کہ تمام پران اور آرین ناسبر بلکہ یورپ کے تراجم وید سب کو سب غلطی بھارتی کی کتابوں نے بھی ہیکڑی کی اعتراض کرے تو فرماویں سوامی جی بھاشہ نہیں جانتے تھے ان کے ستیارتھ پرکاش وید وں کے بھاشیہ اور ناگری ترجمہ میں جاہلوں نے ایمان بیاد قوتوں کی شرارتوں کا دخل ہے یہ قابل اعتقاد نہیں اب ہم کو سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ ہزاروں آریہ سماجی کیا حق وحقیقت کو ویدک سنسکرت سے لیکر اپنے اقوال و اعمال کو درست کرتے ہیں میں نے تو آج تک ایک بھی لائق دل سنسکرت پڑھا آریہ سماجی نہیں دیکھا بلکہ منشی رام جی جگیاسو کے ترجمہ سے بھی ہے یہ عجیب مسئلہ معلوم ہوا کہ سنہ ۱۸۹۱ء میں لیکھرام کے ذریعہ پتہ لگا کہ دیانندجی کے بھاشیہ میں اور بھاشہ اور ترجمہ میں اور ہیں بھاشیہ غلط۔ دیکھو منشی رام کی پوتھکا صفحہ ۲۳ و ۲۴ "

اس طرح پر پہلا فقرہ ختم کیا گیا ہے گویا اس فقرہ میں خداتعالیٰ کی ہستی **اسلام** کی سچائی۔ قرآن کریم اور نبی رؤف الرحیم کی صداقت پر بحث کی ہے اور پھر انڈیا کے مذہبی مناظرات کی تاریخ اور جہاد کی حقیقت پر بحث ہے پھر **آریوں** پر انہیں کے بانی مبانی پنڈت دیانند صاحب کے مقرر کردہ اصول مناظرہ کے رو سے حجت لزوم قائم کر کے اس رنگ میں ترک اسلام کا جواب دیا ہے۔ اور پھر قرآن کریم کو فہم کے چودہ اصول بتلائے۔ اور صرف انہیں ہی اصول کے ذریعہ تارک کو چنتیس سوالات کا جواب دیا۔ اور آخر میں آریہ **سماج** کو ساتھ مباحثہ کر نیکا ایک اصل بتایا۔ اور ان کی **کتابوں** کے بے اعتبار رہنے کا انہیں کی تحریروں سے ثبوت دیا ہے۔ اسطرح پر اس فقرہ میں چار مختلف طریق سے تارک کو رد کیا گیا ہے اور **اسلام** اور قرآن کریم کی عظمت دکھائی گئی ہے۔ (باقی آئندہ)

روسیونکا قدیم مذہب

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

جب ان میں سے کوئی بیمار ہوتا ہے تو ایک خیمہ الگ کھڑا کر کے اس میں تھوڑا سا کھانا پانی وغیرہ رکھکر بیمار کو اس میں ڈالدیتے ہیں اور جب تک وہ بیمار رہتا ہے نہ کوئی اس کے پاس جاتا ہے نہ اس سے بات چیت کی جاتی ہے۔ خصوصاً غلام و ملازم کی حالت بہت ہی خراب ہوتی ہے۔ اگر مریض تقدیر سے اچھا ہو گیا تو پھر ان میں آکر ملتا ہے اور اگر قضا ہی آگئی اور مر گیا تو اسے یوں ہی جلا آتے ہیں لیکن جلاتے اسی صورت میں ہیں کہ مرنے والا کوئی وجیہہ و معزز ہو ورنہ بیچارے غلام وغیرہ تو مرنے کے بعد وہیں چھوڑ دیئے جاتے ہیں اور کتے وگدھ انکی بوٹیاں نوچ نوچکر اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔

اگر کوئی چور گرفتار ہو جائے تو اسکی یہ سزا ہوتی ہے کہ گلے میں رسی باندھ کر کسی بلند اور تنہا درخت میں لٹکا دیتے ہیں اور اسکی لاش وہیں لٹکی سوکھا کرتی ہے اور بادوباران کی شدت سے جب وہ رسی ٹوٹتی ہے تو لاش زمین پر گر جاتی ہے۔

جب کوئی رئیس مرتا ہے تو اس کی لاش کے ساتھ عجیب عجیب حرکتیں کیجاتی ہیں۔ اور بڑی بات یہ ہے کہ جلا دی جاتی ہیں۔ میں مدت سے مشتاق تھا کہ موقعہ ملے تو دیکھوں کہ امرا اور روساء کی مرنے کے بعد کیا گت ہوتی ہے۔ اتفاق سے میرے زمانہ قیام ہی میں ایک بڑے آدمی کا انتقال ہو گیا۔ پہلے اس کے لئے ایک چھت دار قبر بنا کر اس میں دفن کیا گیا اور اوپر سے قبر کو پاٹ دیا گیا۔ اس کے بعد کفن وغیرہ کی تیاری شروع ہوئی۔ دس دن میں اس سے فرصت ملی۔ امرا کے مردے پہلے اسطرح دفن کر دیئے جاتے ہیں وجہ یہ ہے کہ غریب آدمی کو تو فوراً مرنے کو ایک چھوٹی سی کشتی میں رکھکر جلا دیتے ہیں لیکن امیر کے مرنے پر اسکے پسماندگان دفن کر کے اسکا مال و منال جمع کرتے ہیں اور اس کے تین حصے کر کے ایک تو وارثوں کو دیا جاتا ہے اور دوسرا حصہ مرنے والے کی تجہیز و تکفین کی تیاری ہوتی ہے اور باقی تہائی دولت کی شراب خرید جاتی ہے۔ جسے نعش کو جلا کر دن قوم بھر پی کر بیہوش ہو جاتی ہے۔ یہ لوگ پرلے درجہ کے شرابی ہوتے ہیں۔ دن رات شراب ہی میں مدہوش نظر آتے ہیں۔ مگر بیمار ہاتھ سے نہیں چھوڑتے ان اقوام میں بھی ہندوستان کی آریہ قوموں کیطرح ستی ہونیکی رسم ہے گو یہ زیادہ تر رؤسا کے مخصوص ہے جب کوئی امیر مرتا ہے تو لوگ مرنیوالے کی لونڈیوں سے جو بمنزلہ بیویوں کے ہوتی ہیں دریافت کرتے ہیں کہ تم میں سے کون اپنے خاوند کے ساتھ مرنا اور جلنا چاہتی ہے۔ کوئی نہ کوئی بدنصیب اسکا اقرار کر لیتی ہے۔ اقرار کرنے کے بعد پھر وہ اپنے وعدہ سے نہیں پھر سکتی بلکہ اسی وقت سے دو لونڈیاں اس پر مسلط ہو جاتی ہیں جہاں وہ جاتی ہو یہ بھی سایہ کیطرح ساتھ ہوتی ہیں۔ مگر ہر طرح سے اسکی خدمت بجا لاتی ہیں۔ نہلانے دھلانے کی خدمت بھی انہیں کے سپرد ہوتی ہے اور اسی کی تجہیز و تکفین کا سامان بھی یہی کرتی ہیں۔ عجب ہے کہ اس خودکشی کرنے والی لونڈی کے دل پر ان دنوں میں ذرا بھی میل نہیں آتا وہ ہر وقت نہایت ہشاش بشاش و

دارالامان کا ہفتہ

۱۔ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کا خاندان خدا کے فضل و کرم سے بخیریت ہے۔ اعلیٰ حضرت ۱۴ جون ۱۹۰۴ء کو گورداسپور مقدمہ کیلئے تشریف لیگئے۔ مگر اسی روز واپس آگئے۔

۲۔ بزرگان ملت حضرت حکیم الامۃ اور مولانا مولوی عبدالکریم صاحب بھی خیریت سے ہیں۔

۳۔ ایڈیٹر الحکم کے مقدمہ بنام کرم الدین وغیرہ کی تاریخ ۱۵ جون ۱۹۰۴ء مقرر تھی لیکن ہمارا نامہ نگار گورداسپور بذریعہ تحریر معلوم ہوا کہ جناب مجسٹریٹ صاحب جنکی عدالت میں مقدمہ ہے ایڈیشنل جج صاحب کی علالت کیوجہ سے چار دن کی رخصت پر تشریف لیگئے ہیں اسلئے مقدمہ ۲۲ جون پر ملتوی ہوا۔
۲۰ جون حضرت اقدس کے مقدمہ کی مقرر تھی وہ بھی ۲۴ جون پر ملتوی ہوا۔ ۲۲ جون ۱۹۰۴ء کو صرف حافظ عبدالقدوس صاحب قدسی پر جرح ہوئی۔ جو مقدمہ ایڈیٹر الحکم بنام کرم الدین وغیرہ میں شہادت منجانب مستغاثہ دیکچکے ہیں۔ اور مولوی عبدالکریم صاحب و ایڈیٹر الحکم پر جرح کیلئے ۲۹ جون ۱۹۰۴ء مقرر ہوئی۔
حضرت اقدس کے مقدمہ میں استغاثہ کی شہادت میں دو گواہ مولوی غلام محمد قاضی تحصیل بکوال اور مرزا محمد بیگ قاضی تحصیل جہلم پیش ہوئے تھے مولوی غلام کا سمن تعمیل نہیں ہوا۔ اس لیئے مکرر ۷ جولائی ۱۹۰۴ء کے لئے سمن جاری ہوا۔ اور مولوی محمد بیگ حاضر تھے انکی شہادت کیلئے ۲۸ جون ۱۹۰۴ء مقرر ہوئی۔
پیسہ اخبار میں جو مضمون کسی نے شائع کرایا ہے کہ فریقین کو بعض لوگ صلاح دیتے ہیں کہ صلح ہو جائے تو اچھا ہے۔ اس کے متعلق ہم صرف اتنا ہی کہتے ہیں کہ بعض تنگدل اور شریف زادگان نے یہ سلسلہ چھیڑا تھا مگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے کیوں کامیاب نہیں ہوئے؟ اس کا جواب انشاء اللہ العزیز کسی دوسرے وقت مفصل حالات شائع ہونے پر مل سکیگا۔

امور منزلیہ

۲۰ جون ۱۹۰۴ء کی رات کو اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشکوئے معلیٰ میں دختر نیک اختر پیدا ہوئی۔ اسوقت تک بچہ کی حالت صحت اور حضرت ام المؤمنین کی طبیعت بہت اچھی ہے۔ دعا ہے اس مولود مسعود کو خیر و برکت کا موجب بنا دے۔ آمین۔
الہام (دخت کرام) مدت ہوئی شائع ہو چکا ہوا ہے

مدرسہ تعلیم الاسلام اور توجہ قوم

الحکم کی گذشتہ اشاعتوں میں سے اس امر پر توجہ دلائی گئی ہے کہ سر دست مدرسہ کو بہت روپیہ کی اشد ضرورت ہے۔ اسکے لئے اکثر احباب نے چندہ بھیجا ہے۔ اور ابھی تک یہ رقم پوری نہیں ہوئی ہے۔ پچھوروپیہ کی خاص ضرورت محض اس بنا پر پیش کی گئی تھی کہ جناب انسپکٹر صاحب مدارس عنقریب اگست ۱۹۰۴ء میں تعلیم الاسلام سکول کا معائنہ کرنیوالے ہیں اور انکے آنے سے پیشتر بعض کمرے جنکی اشد ضرورت ہے بن جانے ضروری ہیں۔ چنانچہ تعمیر کا کام شروع ہو چکا ہے اور برسات بھی قریب آگئی ہے اسلئے بمقتضائے حالات جلدی ہے اس تعمیر کا کام ختم ہونا ضروری ہے اور یہ منحصر ہے روپیہ پر۔ لہذا ہم تمام مخلص احباب کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ بہت جلد اس رقم کو پورا کر دیں۔ امید ہے کہ چند سطر یکائی بھیجی جاویگی اور الحکم کی اگلی اشاعت تک ہم یہ ظاہر کرنے کے قابل ہو سکینگے کہ پانچسو روپیہ کی رقم پوری ہو گئی۔
اسی کے ضمن میں میاں احمد نور صاحب مخبر شاگرد مولوی عبداللطیف صاحب شہید کے مکان کیطرف بھی توجہ دلاتے ہیں کہ برسات کے شروع ہونے سے پہلے اس کا ختم ہو جانا بھی ضروری ہے ورنہ ایک جو روپیہ اس پر خرچ کیا گیا ہے۔ وہ بھی خدانخواستہ ضائع ہو جائیگا۔ اسلئے قوم جلد توجہ کرے اور دوسو روپیہ کی رقم جو اس مکان کیلئے مانگی گئی ہے پوری کر دے۔

آم

شاہ آباد ضلع ہردوئی اعلیٰ درجہ کے آموں کیوا سطے مشہور ہے۔ جو لوگ وہاں کے آم منگوا یا کریں انہیں معلوم ہے کہ ہمارے کرم فرما رکن سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ایک مخلص اور سرگرم ممبر شاہ آباد ضلع ہردوئی کے رئیس مولوی حکیم محمد الطاف حسین خانصاحب کے مکان متصلہ کے ایک کارخانہ ہے جس سے حسب معمول گذشتہ آبادی کے آموں کی ضرورت ہو وہ مولوی صاحب موصوف کو لکھیں اس سے دو فائدہ ہونگے ایک تو باہم سلسلہ کا تعارف پیدا ہوگا دوسرے عمدہ چیز مل سکیگی۔ اور قیمت میں بھی جہانتک انکے ممکن ہوگا رعایت کرینگے۔ قومی تجارت اور قومی کاموں کی قدر کرنیوالوں کو ایسے موقعوں کی تلاش رہنی چاہیئے۔ ماہ جون اور جولائی میں سستے قیمت ہونگی۔ اعلیٰ درجہ کے قسم کے آموں کی مع چار پانچ روپیہ من مع پیکنگ چارج و مزدوری تا ریلوے سٹیشن ہے اور بیس سیر کا پارسل بقیمت ۔۔۔ ریلوے محصول خریدار صاحبان کے ذمہ ہوگا۔ پہل قدرے خام بھیجے جاتے ہیں جو تین چار روز رکھنے سے بخوبی پختہ ہو جاتے ہیں۔ تمام خط و کتابت مولوی حکیم محمد الطاف حسین خانصاحب احمدی رئیس شاہ آباد ضلع ہردوئی سے کرنی چاہیئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح

ایک اسلام کے فاضل نے لکھا تھا کہ حضرت مسیح جو تعلیم لوگوں کو دیگئے ہیں آپ انہوں نے ہرگز اسپر عمل کر کے نہیں دکھایا نہ انہیں کوئی اخلاقی خوبی تھی جسکی شان یہ ہے کہ صرف زبانی باتیں نہ ہوں بلکہ عملی طور پر انکا نمونہ دکھایا جاوے اور نیز موقعہ اور محل کا بھی خیال ملحوظ ہو کیونکہ تلوار نہ چلا سکے تو کوئی اخلاقی خوبی نہیں۔ ان تلوار چلانے کی طاقت رکھتے ہوئے تلوار میان میں ڈال لینا اعلیٰ درجہ کی اخلاقی خوبی ہو سکتی ہے۔ انتقام نہ لے سکنا کوئی خوبی نہیں۔ لیکن انتقام لینے کی طاقت رکھتے ہوئے درگذر کرنا البتہ اعلیٰ درجہ کا اخلاقی خوبی ہو سکتا ہے حقیقی حلم کیلئے سخت گوئی پر طاقت رکھنا شرط ہے حقیقی شجاعت کیلئے خوفناک دشمنوں کا مقابلہ سخت ہے مسیح نے نہ کوئی شجاعت دکھائی۔ نہ حقیقی عفو کا خلق ان سے ظاہر ہوا۔ نہ کوئی اور اخلاقی خوبی انکی پائی جاتی ہے جو علم اخلاق کے رو سے خوبی کہلائی جا سکے (دیکھو کتاب اخلاق جلالی و اخلاق ناصری وغیرہ)
ایک شخص کا کبیرہ گناہ سے معصوم ہونا ایک معمولی بات ہے دنیا میں سینکڑوں آدمی کبیرہ گناہوں سے بچکر ہوئے اور ہوسکتے نفس مطمئنہ موجود ہیں۔ مگر اعلیٰ درجہ کی اخلاقی خوبی رکھنا واقعی ایک کمال ہے جسکی وجہ سے ایک شخص انسان کامل کہلانے کا مستحق ہے اور وہ صرف ایک ہی شخص ہے۔ یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلعم
اب یہ ایک بالکل صاف بات تھی اور مسلم امر کہ واقعی حضرت مسیح میں کوئی اخلاقی خوبی نہ تھی۔ کیونکہ انکی کوئی اخلاقی خوبی۔ شجاعت۔ صداقت۔ عفو۔ حلم۔ سخاوت وغیرہ کا امتحان پر نہیں رکھی گئی اور نہ کسی امر کا ثبوت ملتا ہے مگر ایک ظریف عیسائی نے جسکی مذاق امیز تحریر کیوجہ سے ہم اسے مسخرہ عیسائی کا لقب دیتے ہیں ۲۰ جولائی ۱۹۰۳ء کی پرچہ نور افشاں میں ایک عجیب ظرافت آمیز لطیفہ لکھا ہے۔ ظریف موصوف حضرت مسیح کی اعلیٰ اخلاقی خوبی (قدرت انتقام رکھتے ہوئے معاف کرنا) کا ثبوت اسطرح دیتے ہیں (اور وہ جبکہ یسوع کے ساتھیوں میں سے ایک نے ہاتھ بڑھا کر اپنی تلوار کھینچا۔ سردار کاہن کے نوکر پر چلا کر اس کا کان اڑا دیا۔ تب یسوع نے کہا اپنی تلوار میان میں کر کیونکہ جو تلوار کھینچتے ہیں تلوار ہی سے مارے جائینگے کیا تو نہیں جانتا کہ میں ابھی اپنے باپ سے مانگ سکتا ہوں اور وہ فرشتوں کے بارہ وجن سے زیادہ میرے لئے حاضر کریگا پر نوشتوں کی بات کہ یونہی ہونا ضروری ہے کیونکر پوری ہوگی (متی ۲۶ باب ۵۱-۵۳)
واہ مسخرہ صاحب واہ! ابا آپ نے خوب ہی حضرت مسیح کی اعلیٰ اخلاقی خوبی (صفت عفو) ثابت کر دی۔ مسیح ہم کا انتقام پر طاقت اور قدرت رکھنا بیان کہاں پایا جاتا ہے۔ بلکہ ایسا تو حضرت مسیح نے بے درجہ کی بزدلی کیوجہ سے کیا۔ کیونکہ اسوقت حضرت مسیح ہم کو ایک بڑی جماعت مخالفین نے تلواروں اور لاٹھیوں سے گھیر لیا تھا۔ اور یسوع کو گرفتار کرنے کے جوتے (متی ۲۶ باب ۴۷ و ۵۹) ایسے وقت یسوع کا ایک شاگرد نے سردار کاہن کے نوکر کا کان اڑا دیا۔ حضرت مسیح نے ڈر لگ ہوا اسے تلوار میان میں کر لینے کا حکم دیا تا کہ اسکی وجہ سے مجھ پر جلد کہ قتل نہ کر دیں۔ یسوع کو تو اسوقت اپنی کمزوری اور بزدلی کا حال بخوبی معلوم تھا۔ چنانچہ واقعی اسکی سب شاگرد اسے چھوڑ کر بھاگ گئے۔ آپ نے کچھ بھی پرواہ نہیں تھا (متی ۲۶ باب ۵۶) پطرس نے ایسی حالت میں اپنے خداوند کا انکار کیا۔ بلکہ لعنت بھی کی (متی ۲۶ باب ۶۹-۷۵) بس ایسے طامع اور مطلبی لوگوں کا کیا بھروسہ تھا۔ انسان کے بھروسہ پر حضرت مسیح کی کیا طاقت اور جرأت ہو سکتی تھی تا سمجھا جاسکے کہ حضرت مسیح نے قدرت رکھتے ہوئے تلوار میان میں کرنے کا حکم دیا۔ البتہ یہ ایک لطیفہ اور مذاق ضرور ہے جسکی وجہ سے ہم نے محرر مضمون کو مسخرے کا خطاب دیا۔
انجیل مسیح ہم کو تو جب کبھی تنہائی میں موقع ملتا رہا اپنے دوستوں کو یہی ہدایت کرتا رہا۔ کہ جس پاس نہیں کپڑے بیچ کر تلوار لے۔ (لوقا ۲۲ باب ۳۵) اور یہ کہ میں دنیا میں صلح کرانے نہیں آیا بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں (متی ۱۰ باب ۳۴) اور لوگوں کو سانپ۔ سانپ کے بچے۔ حرامزادے وغیرہ وغیرہ الفاظ سے یاد کرتا رہا۔ یہ مسیح کی پرائیویٹ زندگی کی حالت تو یہ تھی۔ کہ وہ بیبسی میں بھی تلوار لینے کی ہدایت کرتا تھا اگر اسے اختیار ملتا تو خدا جانے کیا کرتا
اس بے بسی میں ذرہ بشر کا یہ حال ہے
کیا جانے کیا کرے جو خدا اختیار دے
لہذا اس فاضل اسلام کا قول تو بالکل ٹھیک ہے کہ واقعی یسوع میں کوئی اخلاقی خوبی نہ تھی۔ جس کے لئے محل اور موقعہ اور قدرت اور وسعت شرط ہے لیکن عجیب حساب کر کیں۔ جس نے محض مسخرے طور پر یسوع کے اس واقعہ کو پیش کر دیا جبکہ اسے گرفتار کر کے قتل کے درپے تھے اور ایسی حالت میں محض ڈر اور خوف کے مارے یسوع نے اپنے شاگرد سے کہا کہ میان تلوار میان میں کر یہ موقع شمشیر زنی کا نہیں جو تلوار کو اٹھاتے ہیں خود تلوار سے مارے جائینگے۔
بس سچ یہی ہے کہ عیسائیوں کا ابن اللہ میں اعلیٰ خوبی اخلاق کی ہرگز نہ تھی بلکہ حضرت عصمت بی بی از بیچارگی کے سب اخلاق و فضائل مسیح کی باتیں تھیں۔ انجیلی مسیح اصل اخلاق کی خوبی کے رنگ سے ہرگز رنگین نہیں تھا۔
ان اخلاق اعلیٰ ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ضرور جھلک رہے ہیں کہ باوجود ۱۳ برس مکہ میں کفار مکہ نے آنحضرت صلعم کو سخت سے سخت ایذائیں دیں۔ راستے میں کانٹے بچھائے نماز پڑھتے ہوئے اوجھڑیاں اور پتھر ڈالے۔ سخت مجروح کیا۔ تین برس تک شعب ابی طالب میں قید رکھا۔ دانت توڑے۔ آپ کے رفقاء کو جان سے مارا۔ زندہ درگور کیا۔ جلتی ہوئی ریت پر ٹھکیلا۔ مدینہ میں ہجرت کرنے کے بعد بھی آپکا پیچھا نہ چھوڑا۔ فوجیں چڑھا لائے۔ اور کیا کچھ تکالیف نہیں۔ جو آپ کے وجود مسعود اور آپ کو نہ پہنچائیں

پاینیر اور حضرت مسیح موعود

نمبر ۱۱

ہم نے گزشتہ دو نمبروں میں بڑی صفائی سے دکھایا ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد مرحوم ایک معزز رئیس اور گورنمنٹ انگلشیہ کے وفادار دوست اور معتقد بادہ تھے۔ پھر ڈاکٹر گریسولڈ ہا کسی اور کا حضرت مسیح موعود کا آبائی پیشہ دوا فروشی قرار دینا اس بغض اور عداوت کو ظاہر کرتا ہے جو راقم مضمون مذکور آپ کے ساتھ ہے۔ پھر آگے چل کر پاونیر کا نامہ نگار ایک اور خطرناک غلط بیانی کا مرتکب ہوتا ہے چنانچہ لکھتا ہے کہ

"غلام احمد نے اپنے معتقد مسلمانوں کا انتظام اور جیسی تیں اور دیات کے ذریعہ سے وبا کے زمانہ میں بہت کچھ کر ڈالا آخر کار گورنمنٹ نے دست اندازی کر کے اس کی کارروائی کو بند کیا"

اس بے معنی فقرہ سے شاید پاینیر کے کالموں میں کبھی شائع نہ ہوگا۔ حضرت مسیح موعود کے متعلق یہ کہنا کہ گورنمنٹ نے دست اندازی کر کے اسکی کارروائی کو بند کیا واقعات صحیحہ کے صریح خلاف اور شتنا رہنے اور ایسا ہی آپ کی کارروائی کو ادویات اور لاف زنی پر منحصر کرنا اور شرمناک غلطی ہے۔

اگر یسوع ناصری کی نسبت ایسا کہا جاوے کہ اس نے لاف زنی کے ذریعہ اپنے چند شاگرد جمع کئے تھے تو کوئی تعجب خیز امر نہ تھا کیونکہ خود عیسائی مورخین اور مفسرین نے تسلیم کیا ہے کہ چونکہ حواری لالچی اور دنیا دار تھے اور وہ یسوع کے ان وعدوں پر کہ میں بادشاہ ہونگا وغیرہ پر پھول کر اوس کی شاگردی میں یہ ہی خیال داخل ہوئے تھے کہ کسی بادشاہت ہوگی تو ہم ارکان دولت ہوں گے اور اسی خیالی سلطنت کے خواب دیکھ دیکھ کر بیچاروں نے کپڑے بیچ بیچ کر تلواریں اور ہتھیار بھی خریدے مگر وہ سلطنت نہ ملنی تھی نہ ملی اور بیچارے اپنا سا منہ لے کر رہ گئے آخر بعض نے لعنت بھیجی اور کسی نے گرفتار کرا دیا۔ اس قسم کی لاف زنیوں کا بہت سا ذخیرہ عہد نامہ جدید کے اوراق میں ملے گا اور غالباً پاینیر اور اس کا نامہ نگار اور ڈاکٹر گریسولڈ اس سے ناواقف نہیں ہونگے

لیکن حضرت مسیح موعود کے متعلق اس قسم کا کہنا شرمناک غلطی ہے جو پاینیر کے کالموں میں ہوئی ہے۔

گورنمنٹ کی طرف سے یسوع ناصری کو تو البتہ عتاب ہوا۔ اور الزام بغاوت بھی اس پر جڑا گیا لیکن حضرت مسیح موعود کی وفادارانہ سیرت اور خدمات کا تو خود گورنمنٹ نے بھی اعتراف کیا ہے۔

وبا کے وقتوں میں حضرت مسیح موعود نے جو کچھ کیا ہے وہ گورنمنٹ انگلشیہ کی بھی وفاداری اور بنی نوع انسان کی حقیقی بہی خواہی کا نمونہ ہے۔ اس وقت پنجاب میں سگریگیشن کے قواعد کے متعلق خطرناک غلط فہمی ملک میں پھیلی ہوئی تھی۔ اور اسی غلط بیانی اور غلط فہمی کی وجہ سے پنجاب کے طاعون زدہ حصے کے بعض مقامات پر رعایا میں جوش اور بدمزگی بھی پیدا ہو گئی تھی اس وقت لوگوں کی اصلاح خیال اور گورنمنٹ کی تدابیر اور انتظامی تجاویز کے متعلق غلط فہمیوں کے دور کرنے میں کامیاب ہونے والا شخص اگر کوئی تھا تو وہی **مرزا غلام احمد** صاحب تھے جنہوں نے خاص قادیان میں ایک عظیم الشان جلسہ کے لئے اشتہار دیا اور خصوصیت کے ساتھ اس مقصد کے لئے لوگوں کو جمع کر کے مذہبی طور پر گورنمنٹ کی تجاویز پر عمل درآمد کرنے کی ہدایت کی اور سگریگیشن کے قواعد کے مفاد ذہن نشین کئے اور پیران تقریروں کو عام اشتہاروں اور پمفلٹوں کے ذریعہ ملک کے ہر ایک حصہ میں پہنچا دیا اور وہ زہر جو طاعون کے ساتھ گورنمنٹ کی نسبت پھیل کا پھیل رہا تھا۔ اسے دور کر دیا۔ یہ کارروائی تو البتہ اس شخص نے **ایام وبا** میں کی تھی جس کی قدر خود گورنمنٹ نے بھی کی چنانچہ مندرجہ ذیل چٹھی اس کے متعلق لکھی گئی اور لاہور کے معزز روزانہ اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ میں بھی کا نوٹ شائع ہوا۔

ترجمہ

چٹھی نمبر ۲۱۳-ایس

منجانب ایچ جے میکنارڈ صاحب بہادر جونیئر سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب

بطرف شیخ رحمت اللہ سوداگر بمبئی ہوس لاہور

شملہ مورخہ ۱۱ جون ۱۸۹۸ء

جناب

حسب الارشاد جناب نواب لفٹیننٹ گورنر صاحب بہادر میں اطلاع دیتا ہوں کہ جناب ممدوح نے اس جلسہ کے تمام روئداد کو جو ۲ مئی ۱۸۹۸ء کو قادیان میں متعلق ان قواعد کے جو گورنمنٹ نے انسداد بیماری طاعون کے لئے جاری کئے منعقد ہوا اور نیز اس تقریر کو جو مرزا غلام احمد رئیس قادیان نے اس وقت کی بڑی خوشی کے ساتھ پڑھا۔

حضور ممدوح کا منشاء ہے کہ میں اس مدد کے شکریہ کا اظہار کروں جو کہ اس جلسہ کے سبب دی گئی سے گورنمنٹ کو دی۔

دستخط

نقل نوٹ از سول اینڈ ملٹری گزٹ مورخہ ۱۷ جون ۱۸۹۸ء

ترجمہ

مسلمانوں کی ایک بڑی باوفا جماعت کے جلسہ میں جو زیر نگرانی شیخ رحمت اللہ خان بہادر[*] بمقام قادیان منعقد ہوا بیماری طاعون کو رک جانے کیلئے دعائیں مانگی گئیں اور حکیم نور الدین نے قواعد سگریگیشن وغیرہ کی تائید میں جو گورنمنٹ نے بیماری کی روک اور کے لئے نافذ کئے ایک تقریر کی ہو۔ اس نمائش اور کے شکریہ کی اطلاع جلسہ منعقد کرنیوالوں کو دی گئی ہے۔ اس تقریر کا لب لباب یہ تھا کہ گورنمنٹ نے محض انسانی ہمدردی سے مجبور ہو کر بیماری کے روکنے کے لئے یہ قواعد جاری کئے ہیں اور یہ قواعد بہت ضروری ہیں اور فرض تھے کہ گورنمنٹ لوگوں کو زہر دینا چاہتی ہے جھوٹے اور احمقانہ ہیں اور اس شخص کو جو کہ اپنے اندر عقل رکھتا ہے ایک لحظہ بھر کیلئے بھی نہیں تسلیم کرنا چاہئے اور سخت خطرہ کی حالت میں مثلاً جبکہ خدا کی طرف سے کوئی بیماری نازل ہو عورتوں کا اپنے گھروں سے کھلے میدان میں سگریگیشن کی غرض سے مناسب طور پر چہرہ ڈھانکے ہوئے آنا اسلام کے اصولوں کے برخلاف نہیں۔ +

جیسے خدا کے طوفان بے تمیزی میں آپ کو مالداد بنے ایک گرانقدر امداد گورنمنٹ عالیہ کو دی تھی اوسیطرح اس طاعون کے طوفان بے تمیزی میں آپ نے اس طرح پر مدد دی کہ لوگوں کے نادان اور بیہودہ خیالات کی اصلاح کی۔ اور اسطرح جو اس فساد عظیم اور بلوے بے درمان کو روک دیا۔ جس کے پیدا ہونے کا ملک میں سخت اندیشہ تھا۔ یہ کام تو بیشک آپ نے ایام وبا میں کیا ہے اگر پاینیر یا اوس کے نامہ نگار کے نزدیک یہ قابل قدر کام نہیں ہو تو ہم نہیں کہنا چاہتے کہ وہ گورنمنٹ اور رعایا کی نیکی اور کیا چاہتا ہے اور پھر یہ کہنا کہ گورنمنٹ نے دست اندازی کر کے اس کی کارروائی کو بند کیا ایک ایسی غلطی ہے جسکی تردید اور تلافی آسان نہیں اور اس میں گورنمنٹ پر بھی ایک پہلو سے حملہ کیا گیا ہے کہ گورنمنٹ انگلشیہ خواہ مخواہ اپنے وفادار اور عقیدت کیش خاندانوں کے ساتھ گویا پرخاش رکھتی ہے۔ تعجب پر تعجب ہو کہ اس فقرے کے ساتھ راقم مضمون تسلیم کرتا ہے کہ "اس کا خاندان غدر میں خیر خواہ تھا چنانچہ سر لیپل گریفن نے اپنی کتاب رؤسائے پنجاب میں بھی ذکر کیا ہے"

گورنمنٹ کی وفاداری وہ مذہبی آزاد عام پاینیر کے ان الفاظ میں حلہ کیا گیا ہے اور حضرت مسیح موعود کی کارروائیوں کو خواہ مخواہ ملک کی نظر میں مخدوش ٹھہرایا ہے جو صریح **غلط** اور **بے سر و پا** ہے گورنمنٹ انگلشیہ نے کبھی بھی مرزا صاحب کے کام میں مداخلت نہیں کی اور نہ اسکی ضرورت۔ اس لئے کہ وہ کارروائی تو سراسر رحمت اور برکت ہے ملک کی اخلاقی اور تمدنی حالت کی اصلاح کے لئے ہے کیونکہ **مذہبی اصلاح اور روحانی فلاح** ساری برکتوں اور خوبیوں کا سبب ہے۔ جیسا کہ ہم نے اس آرٹیکل کے پہلے ہی نمبر میں شائع کیا تھا۔ حضرت مرزا صاحب اپنے کام میں مصروف لگے ہوئے ہیں اور لاکھوں انسان آپ کی پاک تعلیم سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور گورنمنٹ انگلشیہ کی وفاداری اپنا مذہبی فرض سمجھنے لگے ہیں۔ اس کے بعد پاینیر کے نامہ نگار نے اپنی کم علمی اور ناواقفیت کی وجہ سے آپ کی **وفاداری** اور خیر خواہی سرکار پر حملہ کیا ہے اور کہتا ہے کہ

"یہ اس بات کا بھی دعوے کرتا ہے کہ میں گورنمنٹ انگلشیہ کا بڑا خیر خواہ ہوں مگر یہ دعوے بالکل تسلیم نہیں کیا جاتا یہ کہتا ہے کہ میرا فتویٰ جہاد کے خلاف ہے۔

پانچ سال ہوئے سر سکندر رشید بیگ کو ایک مہدی میں اس نے لکھا تھا کہ جہاد کے مسلمہ مسئلہ سے انکار کرنا ہی مجھ کو مسیح موعود اور مہدی مان لینا ہے۔"

اس فقرہ میں جو یہ لکھا گیا ہے کہ "خیر خواہی کا دعوے بالکل تسلیم نہیں کیا جاتا۔"

اس کے بالکل غلط اور سر تا سر غلط ہونے میں کوئی شبہ اور کلام ہی نہیں ہو سکتا۔

(باقی آیندہ)

---

[*] اس جگہ سہو کاتب سے مولوی نور الدین صاحب کا نام رہ گیا ہے اور چاہئے اس کو یہ سا کہ داعی امر حضرت مرزا غلام احمد لکھنا چاہئے تھا۔ منہ